ایڈیٹر
سید مبشر احمد ایاز

اپریل ۱۹۹۹ء

Digitized By Khilafat Library Rabwah

نویں آل پاکستان سپورٹس ریلی ۱۹۹۹ء

اختتامی تقریب کے مہمانِ خصوصی محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب امیر مقامی و ناظر اعلیٰ
(آپ کے ساتھ مکرم ناظم صاحب اعلیٰ (تصویر میں دائیں) اور محترم صدر صاحب مجلس)

محترم امیر صاحب مقامی کبڈی کے بہترین قرار پانے والے کھلاڑی کو انعام دیتے ہوئے
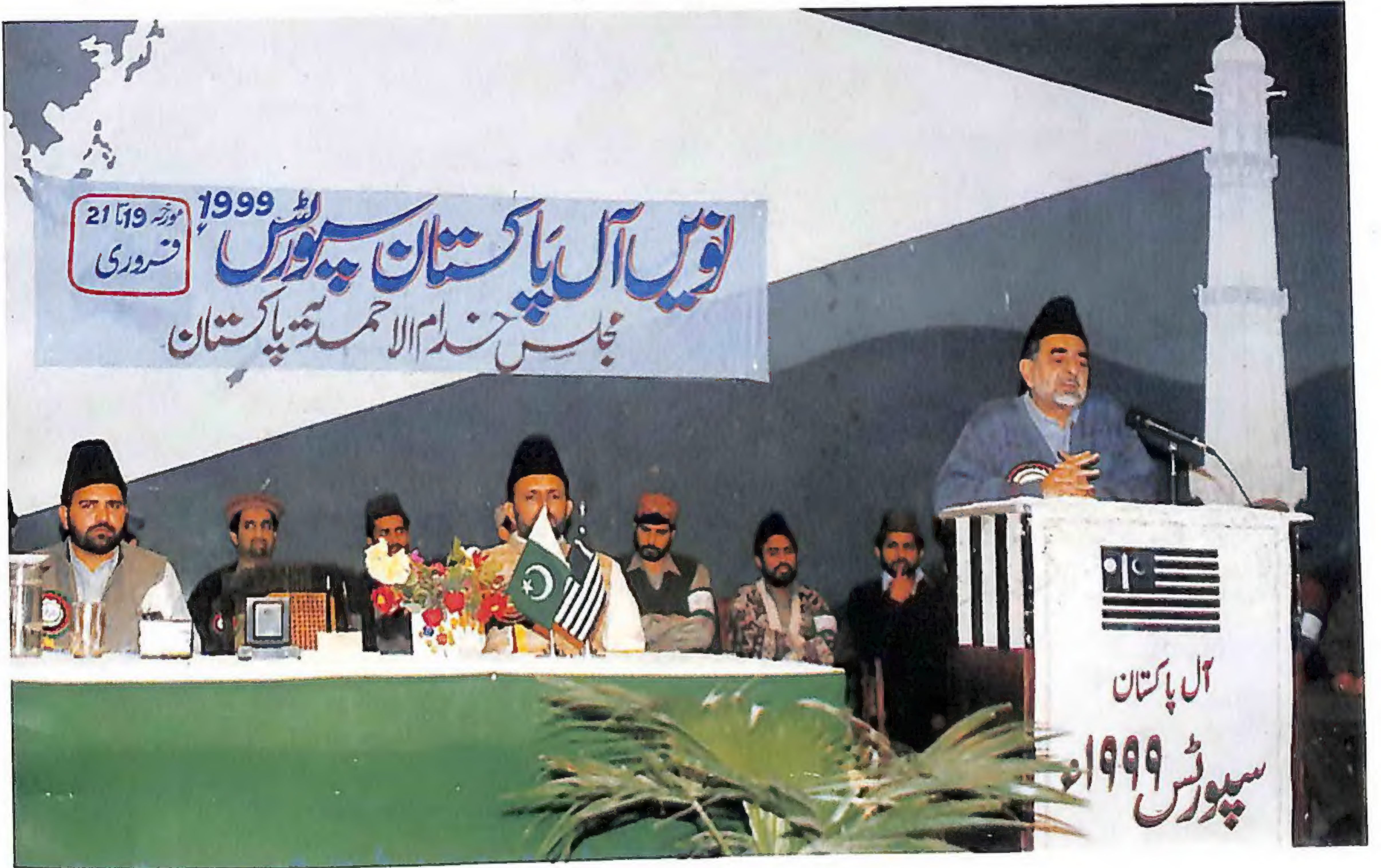
محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر امور خارجہ سپورٹس ریلی کا افتتاح فرماتے ہوئے

مختلف علاقوں سے شریک نمائندگان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

صرف احمدی

نوجوانوں کے لئے

ایڈیٹر

سید مبشر احمد ایاز

شہادت 1378 ہش اپریل 1999ء جلد نمبر 46 شمارہ نمبر 7

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہوسکتی"

(حضرت مصلح موعود)

قیمت پرچہ: -/7 روپے ☆ سالانہ چندہ: 70 روپے

رابطہ آفس: دفتر ماہنامہ خالد دارالصدر جنوبی ربوہ

پبلشر: مبارک احمد خالد پرنٹر: قاضی منیر احمد مطبع: ضیاءالاسلام پریس ربوہ

اداریہ

چاند کی جب آخری راتیں ہوتی ہیں تو راتیں تاریک سے تاریک تر ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ اندھیرا بڑھنا شروع ہو جاتا ہے اور جب ایسا ہوتا ہے تو ہر کوئی جانتا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ اب نیا چاند نکلنے والا ہے اور اس چاند کا انتظار کرنا شروع کر دیتے ہیں تا یہ تاریکی ختم ہو، راتیں پھر روشن ہو جائیں اور ظلمتیں، روشنیوں میں بدل جائیں۔

لیکن کیا یہ عقلمندی کی بات ہے کہ جب دنیاوی اور مادی امور میں ایسا ہوتا ہے تو دینی اور روحانی امور میں کیوں ایسا نہیں سوچا جاتا۔ دین پر جب ظلمتیں چھا جاتی ہیں، دین کے دن جب تاریک راتوں میں لپٹ جائیں تو پھر کیوں "چاند" کا انتظار نہیں کیا جاتا۔

شاید اس لئے کہ دین سے کوئی سچی محبت نہیں۔ وگرنہ محبت ہو تو انتظار ضرور ہو، تلاش ضرور ہو۔ اور جب تلاش ہوگی تو پھر ملے گا۔ وہ چاند بھی نظر آئے گا جس نے دین کی راتوں کو روشن دنوں میں بدل دیا۔ جو چودھویں کا چاند بن کر چمکا......... اور کب سے چمک رہا ہے.........

(اس مثال کا مرکزی مضمون سیدنا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوۃ والسلام کی کتاب "سر الخلافہ" صفحہ ۷۴۔ روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۳۵۹ سے لیا گیا ہے)

شمع قرآن

قرآن حکمت سے پر ہے

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"میں نے قرآن کے لفظ میں غور کی تب مجھ پر کھلا کہ اس مبارک لفظ میں ایک زبردست پیشگوئی ہے وہ یہ ہے کہ یہی قرآن یعنی پڑھنے کے لائق کتاب ہے اور ایک زمانہ میں تو اور بھی زیادہ یہی پڑھنے کے قابل کتاب ہوگی جب کہ اور کتابیں بھی پڑھنے میں اس کے ساتھ شریک کی جائیں گی۔ اس وقت (دین حق) کی عزت بچانے کیلئے اور بطلان کا استیصال کرنے کیلئے یہی ایک کتاب پڑھنے کے قابل ہوگی اور دیگر کتابیں قطعاً چھوڑ دینے کے لائق ہوں گی۔ فرقان کے بھی یہی معنی ہیں یعنی یہی ایک کتاب حق و باطل میں فرق کرنے والی ٹھہرے گی اور کوئی حدیث کی یا اور کوئی کتاب اس حیثیت اور پایہ کی نہ ہوگی اس لئے اب سب کتابیں چھوڑ دو اور رات دن کتاب الٰہی کو پڑھو۔ بڑا بے ایمان ہے وہ شخص جو قرآن کریم کی طرف التفات نہ کرے اور دوسری کتابوں پر ہی رات دن جھکا رہے۔ ہماری جماعت کو چاہئے کہ قرآن کریم کے شغل اور تدبر میں جان و دل سے مصروف ہو جائیں اور حدیثوں کے شغل کو ترک کردیں۔ بڑے تعجب کا مقام ہے کہ قرآن کریم کا وہ اعتنا اور تدارس نہیں کیا جاتا جو احادیث کا کیا جاتا ہے۔ اس وقت قرآن کریم کا حربہ ہاتھ میں لو تو تمہاری فتح ہے۔ اس نور کے آگے کوئی ظلمت ٹھہر نہ سکے گی۔"

(الحکم جلد ۴ نمبر ۳۷ مورخہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۰ء صفحہ ۵)

"انسانی فطرت کا پورا اور کامل عکس صرف قرآن شریف ہی ہے۔ اگر قرآن نہ بھی آیا ہوتا جب بھی اس تعلیم کے مطابق انسان سے سوال کیا جاتا کیونکہ یہ ایسی تعلیم ہے جو فطرتوں میں مرکوز اور قانون قدرت کے ہر صفحہ میں مشہود ہے۔"

(الحکم جلد ۱۲ نمبر ۱۴ جولائی ۱۹۰۸ء صفحہ ۷)

قیامِ صلوٰۃ

نماز خدا کا حق ہے اسے خوب ادا کرو

(مقالہ نگار مکرم ملک عبدالمومن صاحب۔ کراچی)

معنی و مفہوم

صلوۃ عربی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے لفظی معنی دعا کے ہیں۔ اسی طرح صلوۃ کے معنی رحمت، استغفار، اچھی تعریف کرنا یا تسبیح وغیرہ کے بھی آتے ہیں۔ لیکن اصطلاح شریعت میں "صلوۃ" سے مراد نماز ہے اور "قیام صلوٰۃ" کے معنی نماز قائم کرنا یا نماز ادا کرنا ہے اور یہ وہ مخصوص طریقہ ہے جس کے ذریعہ بندہ اپنے خالق اور معبود سے اپنی بندگی کا اظہار کرتا ہے۔ جس کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے ذریعہ فرمائی۔

اب جہاں تک لفظ "نماز" کا تعلق ہے تو اس کا پتہ دور صحابہ اور تابعین تک نہیں ملتا مگر جب اسلام کا دائرہ عرب سے باہر دور دور تک پھیلا تو غیر عرب اقوام نے اپنے الفاظ اور زبان میں اسے نماز کہنا شروع کر دیا اور غالباً یہ لفظ "نماز" عجم میں صلوۃ کے لئے استعمال ہوا اور جب اسلامی تعلیمات عام ہوئیں تو غیر عرب اقوام میں لفظ نماز بولا جانے لگا۔ جس کا مفہوم اور مقصود من و عن وہی رہا جو "صلوۃ" کا تھا اور آج زبان اردو، فارسی میں "صلوۃ" کیلئے نماز کا لفظ ہی استعمال ہوتا ہے۔

"قیام صلوۃ" کا حکم اور اہمیت قرآن کریم کی رو سے

قیام صلوۃ ایسا فرض ہے اور ایسی عبادت ہے جو ایمان لانے کے بعد سب سے پہلے حکم کے طور پر فرض ہے۔ شریعت اسلامیہ میں بھی سب سے بنیادی حکم ادائیگی نماز ہے۔ قرآن کریم میں جگہ جگہ ادائیگی نماز کا حکم ہوا ہے اور قیام نماز کی اہمیت بیان ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ آنحضور ﷺ جب مبعوث ہوئے تو توحید کے بعد آپ کو جو حکم ملا وہ نماز کا تھا۔

قیام صلوۃ کے بارہ میں قرآن کریم کی یہ آیت ہمیں اس کی اہمیت سے آگاہ کرتی ہے۔ وَاَقِیْمُوا الصلوۃ و لا تکونوا من المشرکین ٥ (سورہ روم)

(اور نماز کو کھڑا رکھو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ)

اسی طرح قرآن کریم میں دوسری جگہ ارشاد ہے قل لعبادی الذین امنوا یقیموا الصلوۃ

(اے پیغمبر! آپ میرے ان بندوں سے کہہ دیجئے جو ایمان لائے ہیں کہ وہ نماز قائم کریں)

و اقیموا الصلوۃ و اتوا الزکوۃ و ارکعوا مع الراکعین (البقرہ)

(اور نماز قائم کرو اور زکوۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو)

قرآن کریم کے مندرجہ بالا احکام "قیام صلوۃ" اور اس کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے ہمیں یہ درس دیتے ہیں کہ دین اسلام کے اس اہم بنیادی رکن پر عمل کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔

قیام صلوۃ کی اہمیت احادیث مبارکہ کی روشنی میں

اسی طرح آنحضور ﷺ نے بھی "قیام صلوۃ" کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے اپنے اقوال مبارکہ کے ذریعہ ہمیں "قیام صلوۃ" کی پابندی کا حکم دیا ہے۔

مندرجہ ذیل احادیث مبارکہ نماز کے بارہ میں اہمیت

واضح کرتی ہیں۔

عن جابر رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: ان بین الرجل و بین الشرک والکفر ترک الصلوۃ۔

(مسلم کتاب الایمان باب بیان اطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلوۃ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نماز کو چھوڑنا انسان کو شرک اور کفر کے قریب کر دیتا ہے)

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے:-

عن جابر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل الصلوت الخمس کمثل نهرجار غمرعلی باب احدکم یغتسل منه کل یوم خمس مرات۔

(مسلم کتاب الصلوۃ باب المشی الی الصلوۃ)

حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا پانچ نمازوں کی مثال ایسی ہے جیسے تم میں سے کسی کے دروازے کے پاس پانی سے بھری ہوئی نہر چل رہی ہو اور وہ اس میں دن میں پانچ بار نہائے یعنی جیسے اس شخص کے بدن پر میل نہیں رہ سکتی اسی طرح پانچ نمازیں پڑھنے والے کی روح پر میل نہیں رہ سکتی۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں ارشاد ہے:-

عن انس رضی اللہ عنہ قال جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال: یا رسول اللہ اصبت حدا فاقمه علی و حضرت الصلوۃ فصلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما قضی الصلوۃ قال: یا رسول اللہ انی اصبت حدا فاقم فی کتاب اللہ قال: هل حضرت معنا الصلوۃ؟ قال نعم۔ قال قد غفرلک۔

(بخاری [illegible])

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی اے اللہ تعالیٰ کے رسول! میں گناہ کا مرتکب ہوا ہوں اور سزا کا مستحق ہوں۔ نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ اس شخص نے بھی آنحضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب نماز ختم ہوئی تو اس نے پھر عرض کیا اے اللہ کے رسول میں سزا کا مستحق ہوں۔ مجھے اللہ تعالیٰ کے مقررہ قانون کے مطابق سزا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کیا تو نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی؟ اس نے کہا جی حضور پڑھی ہے۔ آپ نے فرمایا اس نیکی کی وجہ سے تجھے بخش دیا گیا ہے۔ (نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔)

ان احادیث مبارکہ سے ہمیں نماز کی اہمیت جانتے ہوئے یہ سبق ملتا ہے کہ نماز کی ادائیگی سے انسان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور زندگی اور آخرت سنور جاتی ہے۔

قیام نماز کے فوائد

قیام نماز کی اہمیت کے بعد اس کے فوائد پر ان الفاظ میں روشنی ڈالی جاسکتی ہے۔

خدا تعالیٰ سے مضبوط تعلق کا ذریعہ

نماز خدا تعالیٰ سے تعلق کا مضبوط ذریعہ ہے۔ نماز کے ذریعہ ایک مومن اپنی بندگی اور خدا تعالیٰ کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی مشکلات و مسائل اس کے حضور رکھتے ہوئے ان کے حل ہونے کے لئے دعا کرتا ہے اور خدا تعالیٰ ہر اس مومن کی پکار سنتا ہے جو اسے بلاناغہ پکارے اور یوں ایک مومن اپنے رب سے مضبوط تعلق پیدا کر لیتا ہے۔

اطمینان قلب کا ذریعہ نماز

نماز اطمینان قلب کا ذریعہ بھی ہے۔ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب (الرعد)

(ترجمہ) خبردار ہو کہ اللہ کا ذکر تمہارے دلوں میں اطمینان پیدا کر دے گا۔

ہمدردی اور مساوات کا ذریعہ نماز

نماز مومنوں کو ہمدردی، یگانگت اور مساوات کا سبق سکھاتی ہے۔ باجماعت نماز کے ذریعے ادنیٰ و اعلیٰ، کمزور و طاقتور، امیر و غریب اور حاکم و محکوم کے باہمی فاصلے مٹ جاتے ہیں۔ ان کے اندر اسلامی بھائی چارہ قائم ہو جاتا ہے۔

تعمیر سیرت کا ذریعہ نماز

نماز تعمیر سیرت کا نہایت آسان ذریعہ ہے کیونکہ نماز کے ذریعہ انسان کی سیرت ایک مخصوص ڈھنگ پر قائم ہو جاتی ہے اور اس کے لئے زندگی گزارنے کے لئے ایسا راستہ متعین کر دیتی ہے جس پر چل کر وہ زندگی کے ہر حصہ میں کامیاب اور بامراد ہوتا ہے۔

ممنوعات اور محرمات سے پرہیز کا ذریعہ

قیام صلوۃ کے ذریعہ انسان کی شخصیت کی تعمیر ہوتی ہے اور اپنے رب کے حضور بار بار سربسجود ہونے اور عہد وفاداری کے اظہار سے وہ بے حیائی اور غلط باتوں سے بچا رہتا ہے اور اسی بارہ میں قرآن کریم میں حکم ہے ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر (سورہ عنکبوت) (ترجمہ) بے شک نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے۔

پس قیام صلوۃ جہاں عبادت بھی ہے وہاں انسان کے لئے کامیاب زندگی گزارنے کی ضمانت بھی ہے اور آخرت میں کامیابی کی کنجی بھی۔

قیام صلوۃ کی اہمیت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام قیام نماز پر زور دیتے ہوئے اس کی اہمیت ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:۔

"نماز پڑھو۔ نماز پڑھو کہ وہ تمام سعادتوں کی کنجی ہے اور جب تو نماز کے لئے کھڑا ہو تو ایسا نہ کر کہ گویا تو ایک رسم ادا کر رہا ہے۔ بلکہ نماز سے پہلے جیسے ظاہر وضو کرتے ہو ایسا ہی ایک باطنی وضو بھی کرو اور اپنے اعضاء کو غیر اللہ کے خیال سے دھو ڈالو۔ تب ان دونوں وضوؤں کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اور نماز میں بہت دعا کرو اور رونا اور گڑگڑانا اپنی عادت کر لو تا تم پر رحم کیا جائے"۔ (روحانی خزائن: جلد ۳: صفحہ ۵۴۹)

اسی طرح ایک اور جگہ فرماتے ہیں:۔

"نماز خدا کا حق ہے اسے خوب ادا کرو اور خدا کے دشمن سے مداہنہ زندگی نہ برتو۔ وفا اور صدق کا خیال رکھو۔ اگر سارا گھر غارت ہوتا ہو تو ہونے دو مگر نماز کو ترک مت کرو۔ وہ کافر اور منافق ہیں جو کہ نماز کو منحوس کہتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ نماز کے شروع کرنے سے ہمارا فلاں نقصان ہوا ہے۔ نماز ہرگز خدا کے غضب کا ذریعہ نہیں ہے۔ جو اسے منحوس کہتے ہیں ان کے اندر خود زہر ہے۔ جیسے بیمار کو شیرینی کڑوی لگتی ہے ویسے ہی ان کو نماز کا مزا نہیں آتا۔ یہ دین کو درست کرتی ہے۔ اخلاق کو درست کرتی ہے۔ دنیا کو درست کرتی ہے۔ نماز کا مزا دنیا کے ہر ایک مزے پر غالب ہے۔ لذات جسمانی کے لئے ہزاروں خرچ ہوتے ہیں اور پھر ان کا نتیجہ بیماریاں ہوتی ہیں اور یہ مفت کا بہشت ہے جو اسے ملتا ہے۔ قرآن شریف میں دو جنتوں کا ذکر ہے۔ ایک ان میں سے دنیا کی جنت ہے اور وہ نماز کی جنت ہے"۔

(ملفوظات: جلد ۶: صفحہ ۳۷۱)

نماز کی اہمیت بیان کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں:۔

"جو شخص پنجگانہ نماز کا التزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے"۔ (کشتی نوح صفحہ)

قیام صلوۃ کی اہمیت خلفاء سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ارشادات کی روشنی میں

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الاول

نماز کی اہمیت کے بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے فرمایا:۔

"پس نماز کو سنوار کر پڑھو اور جو معاہدہ نماز میں کرتے ہو عملی زندگی میں اس کا اثر دیکھو۔ زبان سے کہتے ہو ایاک نعبد ہم تیرے فرمانبردار ہیں مگر کس کی فرمانبرداری پر قائم ہو۔ پھر واعظوں کو ڈانٹا ہے کہ تم دوسروں کو نیکی کی نصیحت کہتے ہو اور اپنے تئیں بھلاتے ہو۔ پس تم دونوں سنانے والے اور سننے والے دونوں ثابت قدمی سے کام لو اور دعا کرو۔ نماز پڑھو کہ یہ دونوں کام خاشعین پر گراں نہیں"۔

(خطبات نور: جلد دوم: صفحہ ۱۸)

ایک اور جگہ فرمایا:۔

"میں تمہیں مختصر نصیحت کرتا ہوں۔ بعض لوگ جو نماز میں کسل کرتے ہیں اور یہ کئی قسم کی ہے۔

(۱) وقت پر نہیں پہنچتے۔
(۲) جماعت کے ساتھ نہیں پڑھتے۔
(۳) سنن اور واجب کا خیال نہیں رکھتے۔

کان کھول کر سنو جو نماز کا مضیع ہے اس کا کوئی کام دنیا میں ٹھیک نہیں"۔ (خطبات نور: جلد دوم: صفحہ ۹۷، ۹۸)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی

نماز کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

"نماز باجماعت کی ضرورت کو عام طور پر مسلمان بھول گئے ہیں اور یہ ایک بڑا موجب مسلمانوں کے تفرقہ اور اختلاف کا ہے"۔

مزید فرمایا:۔

"قرآن کریم نے جہاں بھی نماز کا حکم دیا ہے نماز باجماعت کا حکم دیا ہے۔ خالی نماز پڑھنے کا کہیں بھی حکم نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز باجماعت اہم اصول دین میں سے ہے"۔ (تفسیر کبیر: جلد اول)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الثالث

نماز کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

"ہر شخص کے لئے اگر کوئی جائز عذر نہ ہو پانچوں وقت (بیت الذکر) میں باجماعت (نماز) ادا کرنا ضروری ہے"۔

(خطبہ جمعہ مارچ ۱۹۸۱ء)

مزید فرمایا:۔

"انسان کی پیدائش کا مقصد عبادت الٰہی ہے اور انسان کو پیدا کرنے کا یہی بنیادی مقصد ہے۔ تو انسان کا یہ فرض ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کا عبد بنے"۔ (خطبہ جمعہ دسمبر ۱۹۷۸ء)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

نماز کی اہمیت کے بارہ میں فرماتے ہیں:۔

"وہ لوگ جو آج نماز کے عادی ہیں جب تک ان کی اولادیں نمازی نہ بن جائیں، جب تک ان کی آئندہ نسلیں ان کی آنکھوں کے سامنے نماز پر قائم نہ ہو جائیں اس وقت تک احمدیت کے مستقبل کی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔ اس وقت تک احمدیت کے مستقبل کے متعلق خوش آئندہ امنگیں رکھنے کا ہمیں کوئی حق نہیں پہنچتا۔ اس لئے بالعموم ہر فرد بشر ہر احمدی بالغ سے خواہ وہ مرد ہو یا عورت میں بڑے عجز کے ساتھ یہ استدعا

کرتا ہوں کہ اپنے گھروں میں پنی آئندہ نسلوں کی نمازوں کی حالت پر غور کریں۔ ان کا جائزہ لیں۔ ان سے پوچھیں اور روز پوچھا کریں کہ وہ کتنی نمازیں پڑھتے ہیں۔"

(خطبہ جمعہ: جولائی ۱۹۸۸ء)

ایک اور جگہ فرمایا:۔

"سب سے بنیادی بات یہی ہے کہ ہم اپنی جماعت کو مکمل طور پر نماز پر قائم کردیں۔ کسی اور نیکی کی اتنی تلقین قرآن کریم میں آپ کو نہیں ملے گی جتنی قیام عبادت کی تلقین ہے۔ قیام صلوۃ کی تلقین ہے۔ پس قرآن کریم کی تعلیم کی روح یہی ہے کہ ہم اپنی عبادت کو کھڑا کریں اور اپنے پاؤں پر مضبوطی کے ساتھ ان کو اس طرح مستحکم کردیں کہ کوئی ابتلاء، کوئی زلزلہ، کوئی مشکل ہماری نمازوں کو گرا نہ سکے۔ اس لئے پہلا بنیادی قدم یہی ہے کہ ہم میں سے ہر ایک شخص نماز باترجمہ جانتا ہو اور نماز پانچ وقت پڑھنے کا عادی ہو"۔

(الفضل دسمبر ۱۹۸۹ء)

پھر فرماتے ہیں:۔

"میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جب تک زمین پر تم خدا کی عبادت قائم نہیں کروگے آسمان پر تم نجات یافتہ نہیں لکھے جاؤ گے۔ اس لئے زمین پر عبادتوں کو قائم کرو"۔

(خطبہ جمعہ: جون ۱۹۸۸ء)

پس مندرجہ بالا ارشادات کی روشنی میں ہمارا بنیادی فرض بنتا ہے کہ ہم قیام صلوۃ کی عظیم نیکی کو اپنائیں اور دوسروں کو بھی اس بات کا پابند کرنے کی کوشش کریں تاکہ ہم اپنی آخرت سنوار سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔ آمین۔

(یہ مضمون شعبہ تعلیم خدام الاحمدیہ پاکستان کے مرکزی مقابلہ سہ ماہی مضمون نویسی میں اول قرار پایا)

بقیہ از صفحہ ۲۰

کیفیت جلسہ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۲ء

حضور نے صفحہ ۶۱۳ تا ۶۳۰ اس جلسہ کا حال بیان کیا ہے جس میں ۳۲۷ احباب دور دور سے تشریف لائے۔ اس جلسہ کے مقررین میں سے حضور پر نور کے علاوہ حضرت حکیم مولوی نور الدین صاحب بھی تھے۔ اس جلسہ میں دین حق کی صداقت کے متعلق ایک رسالہ نکالنے کی تجویز ہوئی جو کہ امریکہ اور یورپ بھی بھیجا جائے گا اور اشاعت اسلام کی تجاویز زیر بحث بھی آئیں۔ اور حضور نے ان ۳۲۷ خوش نصیب حاضرین کے نام اس کتاب میں رقم فرمائے جو جلسہ میں شریک تھے۔

(صفحہ ۶۱۶ تا ۶۳۹)

○ اس جلسہ کی کیفیت کے بارے میں حضرت میر ناصر نواب صاحب کا تبصرہ ہے جو پڑھنے کے لائق ہے کہ کس طرح اس جلسہ کی کیفیت نے ان کے دل کو اسیر کیا اور روح کو صاف اور معطر کر دیا (صفحہ ۶۴۳ تا ۶۴۴)

○ کتاب کے آخر پر ضمیمہ اخبار ریاض ہند امرتسر مطبوعہ یکم مارچ ۱۸۸۶ء شائع شدہ ہے۔ یہ وہی ضمیمہ ہے جس میں پیشگوئی مصلح موعود پہلی بار شائع ہوئی تھی۔ (صفحہ ۶۴۵ تا ۶۴۸)

○ ایسا ہی لیکھرام کی ہلاکت کے بارے میں نشان کا تذکرہ حضور نے ۶۴۹ سے ۶۵۱ پر فرمایا ہے۔

آخر پر اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں حضور کی پاکیزہ اور معطر و مطہر و طاہر تحریرات کو پڑھنے، ان پر عمل کرنے کی توفیق دے اور ان کا حقیقی عرفان نصیب کرے۔ آمین

قرآن کریم منبعِ نور

(مقالہ نگار مکرم پروفیسر میاں محمد افضل صاحب۔ لاہور)

ایک وہ وقت تھا کہ مسلم دنیا نے علم کی چکا چوند دیکھی۔ مگر اس سے قبل اندھیرے، اس گہرے اندھیرے کا تصور کریں جو عرب پر مسلط تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (اللہ ان سے راضی ہو) نے بیان کیا کہ مکہ میں رسول کریم ﷺ کی بعثت سے قبل صرف سات پڑھے لکھے آدمی تھے۔

(فضائل القرآن صفحہ ۵۵)

گویا ایک گہرا اندھیرا، جہالت کا دبیز پردہ نظر آتا ہے۔ اور پھر ایک معجزہ۔ قرآن کریم کی روشن شعاعوں نے اس کی دھجیاں بکھیر دیں اور صرف مکہ نہیں بلکہ ملحقہ ممالک بھی منور ہو گئے۔ پہلی ہی وحی میں ایک انقلاب کی نشاندہی کر دی گئی کہ تلوار، جس پر عربوں کو فخر تھا، اس کی جگہ قلم لے لے گی۔ جس سے علمی انقلاب کا آغاز ہو گا۔ اس کی مزید وضاحت یوں ہوئی کہ علم الانسان مالم یعلم یعنی انسانوں کو ایسے علوم سے آگاہی ہو گی۔ علم کی ایسی گہرائیوں تک پہنچیں گے جس کا وہ سوچ بھی نہ سکتے تھے۔ ایسے علوم حاصل کریں گے جن سے وہ نابلد تھے۔ علم کے سمندر کے لب ساحل ہی نہیں پہنچ پائیں گے بلکہ اس میں غوطہ زن ہو کر سیپ اور موتی نکال لائیں گے۔ گویا نئے علوم سے شناسائی ہی نہیں بلکہ ان امور میں مہارت بھی حاصل کریں گے۔ مالم یعلم میں یہ واضح اشارہ ملتا ہے کہ وہ علوم جو ان کی دسترس میں نہ تھے جہاں تک ان کی رسائی نہ تھی، وہ نہ صرف حاصل کریں گے بلکہ ان کی گہرائی تک پہنچیں گے۔ پھر یہ کہا گیا کہ اپنی سوچ کو اپنی ذات تک یا اپنے علاقہ تک محدود نہ رکھو بلکہ ساری کائنات کا مطالعہ کرو۔ نظر کو گھماؤ۔ حتی کہ جائزہ لیتے ہوئے وہ تھک جائے، اسی جائزے، اس وسیع و عریض کائنات کے مطالعہ میں تم دیکھو گے کہ یہاں کوئی شئے عبث نہیں لیکن اس نتیجہ تک تبھی پہنچا جا سکتا ہے جب کہ ساری کائنات کا گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے۔ گویا اسلام نے علم کو محدود دائرہ سے نکال کر اسے وسعت دی اور پھر اس کا طریق بھی بتلا دیا کہ یتفکرون فی خلق السموت و الارض یعنی علم حاصل ہو گا تفکر کے نتیجے میں، سوچ کے نتیجہ میں، یہ سوچ کس کے متعلق ہو؟ اس کے لئے بھی راہنمائی کر دی کہ آسمانوں کا بھی اور زمین کا بھی مطالعہ کرو۔ تمہارے دائرہ کار میں ساری کائنات ہو۔ مذہبی مسائل، اختلافی مسائل یا سطحی باتوں میں الجھ کر نہ رہ جاؤ بلکہ وسعت نگاہ رکھو، ساری کائنات کا مطالعہ کرو۔ سوچو کرید و گہرائی تک پہنچنے کی کوشش کرو۔ اب دیکھئے کہ اگر ایک محدود دائرہ جس میں قبائل کی عادات و خصلت تاریخ و تمدن، لڑائی جھگڑوں سے نکل کر دائرہ اتنا وسیع کر دیا جائے کہ ساری کائنات زد میں آ جائے تو کتنے رنگ پھوٹیں گے۔ کتنی وسعت ملے گی۔ علمی مضامین میں کتنا اضافہ ہو گا۔ اس نقطہ نظر کی تبدیلی۔ اس نظریہ کا محرک قرآن کریم ہے جس میں ساڑھے سات سو آیات یعنی قرآن حکیم کے تقریباً آٹھویں حصہ میں ایمان والوں سے یہ کہا گیا ہے کہ وہ تدبر کریں۔ تفکر کریں، غور کریں اپنی عقل کا بہترین استعمال کریں اور یہی بات محرک بنی اس امر کی کہ ان پڑھ عرب کے لوگوں کو جب قرآن کریم کا تحفہ ملا تو انہوں نے ایک علمی انقلاب برپا کر دیا۔

مکہ مکرمہ سے ایک سورج طلوع ہوتا ہے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کی کرنیں چار سو پھیل جاتی ہیں۔ اندھیرے سے پھوٹتی ہوئی کرنوں سے ایسی چکا چوند ہوئی کہ مشرق کے کئی ملک جگ مگ جگ مگ کرنے لگ جاتے ہیں۔ ایک ایسی کتاب کی رونمائی ہوتی ہے جو علمی خزانوں سے بھری ہوئی ہے اور پھر یہ

ایک علمی انقلاب برپا کر دیتی ہے۔ جسے دیکھ کے یورپ، جو اس وقت خواب گراں میں ہوتا ہے، جب بیدار ہوتا ہے تو اس کی آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ یورپ میں بھی ایک وقت دیئے ٹمٹمائے۔ چراغ جلے مگر وہ بہت پہلے کی بات ہے۔ ارسطو، افلاطون، ارشمیدس نے اپنے اپنے رنگ میں علم کی چنگاریاں بھڑکائیں۔ مگر یہ بہت پرانی بات ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی پہلے کی۔ اس کے بعد تو ہمیں اندھیرا ہی اندھیرا نظر آتا ہے۔ اور پھر یکدم ساتویں صدی عیسوی میں روشنی پھیلنی شروع ہو جاتی ہے اور ۷۵۰ عیسوی سے تو یوں معلوم ہوتا ہے گویا چراغاں ہو گیا۔ یہ وہ قرآنی انقلاب تھا جس نے سوئے ہوئے جہالت کے پردوں میں لپٹے ہوئے عرب اور ملحقہ ممالک میں ایک انقلاب برپا کر دیا۔ اور اگلے ساڑھے تین سو سال تک اتنے روشن چراغ۔ اتنے بجلی کے قمقمے جل اٹھے۔ اتنی علم کی روشنی پھیلی کہ یورپ ششدر رہ گیا۔ ۷۵۰ سے ۱۱۰۰ عیسوی کا زمانہ مسلم تاریخ کا ایک روشن باب، علم کی چکا چوند، ایک علمی انقلاب جو یقیناً حیران کن ہے۔ آیئے اس کی ایک جھلک دیکھیں۔

کن کن صاحبان علم کا نام لیا جائے۔ کن کن کے کارنامے گنوائے جائیں۔ فہرست طویل اور جگہ مختصر یہ زمانہ تھا۔ جابر خوارزمی، رازی، البیرونی، بوعلی سینا، ابن الہیثم، عمر خیام، طبری، ابن بطوطہ، ابن خلدون کا۔ ہر ایک نے علم کے اتنے چراغ روشن کئے کہ انسان حیران ہو جاتا ہے کہ ایک عالم علم کے کتنے میدانوں کا شہسوار ہو سکتا ہے۔ ایک ماہر کتنے موضوعات پر ماہرانہ رائے رکھتا ہے۔ ایک فرد سے علم کے کتنے چشمے پھوٹ نکلتے ہیں۔ وہ صرف سائنس دان ہی نہیں۔ علم طب کا بھی ماہر، اخلاقیات کا بھی مستند عالم، حساب و جیومیٹری میں بھی نئے دروازے کھولتا ہوا اور پھر ستاروں پر کمندیں ڈالتا ہوا۔ آیئے چند ایک سے ملاقات کریں۔

خوارزمی

پورا نام ہے ابو جعفر ابن موسیٰ الخوارزمی، زمانہ ہے ۸۰۰ عیسوی۔ بغداد کے افق پر چمکنے والے خلیفہ مامون الرشید کے دور کے اس روشن ترین ستارے نے اپنی علمیت سے علما کی اکادمی دار الحکمت کو ایک نئی شان عطا کی۔ فلکیات، ریاضی، جغرافیہ ان کے خاص مضامین ٹھہرے۔ الجبرا میں وراثت، شراکت، تجارت اور قانونی مقدمات کے مختلف مسائل کے حل کے بارے میں آسان حسابی طریق پیش کئے۔ جغرافیہ کے موضوع پر قلم اٹھایا تو مختلف شہروں کے طول بلد اور عرض بلد پیش کر دیئے۔ اصطرلاب پر کتابیں لکھیں۔ دھوپ گھڑی کے بارے میں بتلایا۔ اتنا بہت کچھ لکھا۔ اتنا بہت کچھ لکھا کہ یورپ نے بھی کم از کم ایک میدان میں یعنی الجبرا کا استاد مانا۔ اور جب یورپ نے انگڑائی لی تو ان سے اتنا متاثر ہوا کہ بارھویں صدی میں ان کی الجبرا کی کتاب کا لاطینی میں ترجمہ کر کے اپنی اس صنف میں استاد تسلیم کیا۔

بوعلی سینا

(۹۸۰-۱۰۳۷) کی بات کی جائے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ علم کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ پورا نام ہے ان کا ابو علی الحسن ابن عبد اللہ ابن سینا اور انگریز انہیں Avicenna کے نام سے جانتے ہیں۔ ان کے علمی کارنامے ملاحظہ کیجئے۔ ان کی کتب ۲۷۰ علمی موضوعات پر لکھی گئی ہیں۔ آج جب ہم سپیشلسٹ کی بات کرتے ہیں کہ فلاں ڈاکٹر ناک کا ماہر ہے۔ لیکن اگر آپ نے کان دکھلانے ہیں تو آپ کو آنکھیں دکھائے گا۔ اور دوسرے در پر دستک کو کہے گا۔ مگر یہاں ایک ایسا عالم جو تقریباً ہر میدان میں اترا اور اس کے متعلق سطحی نہیں بلکہ بڑی گہری بات کر گیا۔ یہ ہے ایک عالم کی صحیح شکل جو قرآنی انقلاب کے نتیجہ میں نظر آتی ہے۔ تو بات ہو رہی تھی۔ ابن سینا کے موضوعات کی انہوں نے ایک انسائیکلوپیڈیا لکھا جس کے چار حصوں میں طبیعات، ریاضی،

حساب، موسیقی، فلکیات، اور مابعد الطبیعات شامل ہیں۔ وہ تین فکری دھاروں سے متاثر ہوئے۔ یعنی قرآن کریم۔ فلسفہ اور سائنس۔ یہ تین ماخذ ہیں ان علوم کے جن پر انہوں نے دسترس حاصل کی۔ دینیات کے تحت انہوں نے عدل، آغاز آفرینش، علم الانسان اور علم الاخرت پہ لکھا۔ سائنس میں فلکیات۔ مرکزیت ارض، اجرام فلکی کو اپنا موضوع بنایا۔ طبیعات میں آسمان و زمین کا علم۔ پیدائش و بگاڑ کا علم، موسمیات کا علم، معدنیات کا علم، نباتات و حیوانات کا علم پہ بہت کچھ لکھ گئے۔ پھر سائیکالوجی کے میدان میں داخل ہوئے۔ پھر نجوم، علم قیافہ، تعبیرو خواب، علم غیب کو موضوع بنایا۔ ریاضیاتی علوم پہ قلم اٹھایا تو علم ہندسہ، جیومیٹری، میکانیات پر لکھا۔ علم موسیقی بھی ان کی دسترس سے باہر نہ رہا۔ پھر ان کی شہرت کا بڑا باعث ان کا طبی انسائیکلوپیڈیا "القانون" بنا۔ جو علم طب کی ایک مستند اور بلند پایہ کتاب ٹھہری۔ اور جس کے باعث انہیں جالینوس اسلام کا خطاب دیا گیا۔ کیسی رہی آپ کی ملاقات ایک عالم سے؟ ایک حقیقی عالم۔ جو ہر میدان میں اترا اور اپنے علم کے جھنڈے گاڑے۔ کیا تبحر علمی ہے! کیا علم کا خزانہ، کیا گوہر آبدار جس کے بے انتہا پہلو اور ہر ایک چمکتا ہوا۔ مشرق بھی منور اور مغرب بھی مرعوب۔ یہ تھے وہ عالم جنہوں نے قرآن سے نور لیا۔ پھر اس کی چمکار دور تک پہنچی۔ اندھیروں سے جنم لینے والا یہ نور نہایت ہی درخشاں بہت ہی روشن۔

ابن الہیثم

ایک اور عالم سے ملاقات کرتے ہیں۔ یہ ہیں ابن الہیثم پورا نام ہے ان کا ابو علی الحسن ابن الحسن البصری المغری ابن الہیثم۔ یورپ والے انہیں بڑی عزت و احترام سے Hazom Al کہہ کر پکارتے ہیں۔ انہوں نے بصریات میں ایک ایسی تھیوری پیش کی کہ اس میدان میں انقلاب آ گیا۔ اور جدید بصریات کے آغاز تک کوئی بھی اس میدان میں اس پایہ کا کام نہ کر سکا۔ ان سے قبل سائنسدانوں کا خیال تھا کہ ہم اس لئے دیکھ سکتے ہیں کہ روشنی کی شعاعیں ہماری آنکھوں سے نکلتی ہیں۔ ابن الہیثم نے اس کے برعکس یہ ثابت کیا کہ شعاعیں دیکھنے والے کی آنکھ سے نہیں بلکہ دیکھے جانے والی روشن جسم سے شروع ہوتی ہیں۔ مگر وہ محض بصریات کے ماہر بن کر نہ رہ گئے۔ یہاں بھی موضوعات کی بھرمار ہے۔ وہ ہیت دان تھے، ریاضی دان بھی۔ پھر انہوں نے منطق، اخلاقیات، سیاسیات، شاعری، موسیقی اور علم کلام کو بھی اپنے موضوعات میں شامل کیا۔ یورپ نے انہیں ماہر بصریات تسلیم کیا۔ اور چودھویں صدی میں ان کی کتابوں کے اطالوی، لاطینی، عبرانی زبانوں میں تراجم ہوئے۔ یورپ نے انہیں ایک عظیم ریاضی دان بھی تسلیم کیا۔ ان کی تحقیق کے یورپی سائنسدان بھی مرہون منت ٹھہرے۔ سو یہاں بھی علم کی قوس قزح اپنے ست رنگی دکھا گئی۔ اور یہ سب نتیجہ تھا اس ذہنی اور علمی انقلاب کا جو قرآن کریم کی روشنی کے نتیجہ میں ظہور میں آیا۔ یہ عالم اس روشنی کا مینار ٹھہرا جو دیکھنے والی آنکھ تک پہنچی۔ جس سے انعطاف نور ہوا۔ جس کے نتیجہ میں ابن الہیثم کے نظریہ نے جنم لیا اور پھر جس نور نے یورپ کو چندھیا دیا۔ اسلام کے افق پر چمکتے ہوئے ستارے تو کئی نظر آتے ہیں لیکن سب کی روشنیوں کو صفحہ قرطاس پر منعکس کرنا ناممکن ہے۔ لیکن اگر البیرونی اور عمر خیام کا ذکر نہ کیا جائے تو یہ موضوع سے ناانصافی ہوگی اس لئے ان کے متعلق بھی چند جملے لکھنے ضروری ٹھہرے۔

ابو الریحان محمد بن احمد البیرونی

(۹۷۳-۱۰۵۰) خوارزم کے رہنے والے تھے۔ ان کا تعلق ہمارے ساتھ بھی بنتا ہے۔ کیونکہ ہندوستان کی کشش میں وہ یہاں آئے۔ پنجاب کے کئی شہروں کا چکر لگایا۔ اور اپنی کتاب "کتاب الہند" میں ان شہروں کا تعارف کروایا۔ مگر وہ شخص ایک گھومنے پھرنے والے سیاح نہ تھے۔ جنہوں نے سفر کے

اختتام پر ایک چٹ پٹا سفرنامہ لکھ دیا یا ایک رنگین داستان رقم کی۔ انہوں نے آنکھیں کھلی رکھیں۔ جو دیکھا وہ لکھا۔ ایک پہاڑی پر پہنچے تو وہاں سے زمین کا قطر ناپنے لگے۔ مگران کا زاویہ نگاہ انہی باتوں تک محدود ہو کے نہ رہ گیا۔ بلکہ جب قلم اٹھایا تو اپنی سوچ اور تحقیق کو ۱۴۶ کتابوں میں پیش کیا۔ اب ذرا دیکھئے کہ ان کے موضوعات کتنے متنوع تھے۔ یعنی فلکیات' اصطرلاب' نجوم' تقویم و پیمائش وقت' جغرافیہ' ارض پیمائی و سیاحت' حساب' جیومیٹری' میکانیات' علم الادویہ' معدنیات' تاریخ' مذہب و فلسفہ' ادب' سحر' کتنے مختلف اور مشکل موضوعات مگر ہر موضوع پہ ان کی تحقیق شامل۔ ہر موضوع کے ساتھ انصاف۔ کیا مجموعہ علم' کیا حقیقی عالم اور یہاں بھی وہی روشنی جھلکتی ہوئی' وہی نور چھلکتا ہوا جو انہیں قرآن کریم کے طفیل حاصل ہوا۔

عمر خیام

عمر خیام (پورا نام غیاث الدین ابو الفتح عمر ابن ابراہیم الخیامی المعروف بہ عمر خیام) عام طور پر ایک شاعر مانے جاتے ہیں۔ جنہوں نے یورپ میں اپنی بعض نظموں کے انگریزی تراجم کی وجہ سے شہرت پائی۔ مگر وہ محض شاعر ہی نہ تھے انہوں نے اور بہت سے کام کئے۔ کئی علمی کارنامے ان سے منسوب ہوئے مثلاً انہوں نے سال کی اوسط لمبائی ۳۶۵۔۲۴۲۴ قرار دی جب کہ جارجین کیلنڈر کے مطابق اسے ۳۶۵۔۲۴۲۵ قرار دیا گیا۔ پھر انہوں نے لیپ سال کا نظریہ پیش کیا۔ مگر بات یہاں پہ ختم نہیں ہو جاتی۔ وہ ایک منجم بھی تھے۔ فلسفہ دان بھی اور موسیقی کے ماہر بھی۔ حساب اور الجبرا میں انہوں نے نئے تصورات پیش کئے۔ مغرب میں ان کے الجبرا پہ کئے گئے کام نے شہرت پائی۔ سو یہ فلسفی شاعر بھی مختلف اور مشکل میدانوں کا کھلاڑی نکلا۔ انہیں لوگوں نے ملحد اور دہریہ کے خطابات سے بھی نوازا۔ اور جاہل لوگ عالموں کو ایسے خطابات سے نوازتے رہے۔ بغیر سوچے کہ ان کے علم کا منبع تو قرآن حکیم ہے۔

یہ ہے اس انقلاب کی ایک جھلک۔ علم کا پھیلاؤ جس کا سرچشمہ قرآن کریم تھا۔ جس کے طفیل ہر طرف علم کے چشمے پھوٹے۔ یہ وہ وقت تھا جب کہ یورپ کے کنوؤں کا پانی سوکھ چکا تھا یورپ سو رہا تھا مگر مشرق جاگ چکا تھا۔ مشرق منور تھا۔ بہت سے علم کے سمندروں سے موتی نکال رہے تھے۔ گوہر ہائے آبدار جن کی چمک تادیر قائم رہی۔ بارہویں صدی میں یورپ نے انگڑائی لی اور اس نے اس قرآنی انقلاب کا مشاہدہ کیا تو وہیں لوگوں کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں اور وہ لگے ان علوم کے خزانوں کو دیکھنے پرکھنے جو انہیں مشرق کے بہت الکتوں سے جھانکتے ہوئے دکھائی دئے۔ مگر گیارہویں صدی کے بعد نہ جانے مسلمانوں کو کیا ہوا۔ پھر خواب غفلت میں چلے گئے۔ مکمل خاموشی' روشنیاں مدھم' ہاں کبھی کبھار کوئی دیا ٹمٹمایا اور پھر گھپ اندھیرا۔ مگر قرآنی نور ختم تو نہیں ہو سکتا وہ تو بجھ نہیں سکتا۔ اس لئے پھر وہ جو تجدید دین کرنے آئے' وہ جو اندھیروں کو قرآنی نور سے روشن کرنے آئے انہوں نے یہ خوشخبری دی کہ ان کے فرقہ کے لوگ پھر علم و معرفت میں ترقی کریں گے۔ پھر اندھیروں میں چراغاں کر دیں گے۔ پھر قرآن کی روشنی پھیلے گی۔ پھر علم و معرفت کے دریا بہہ نکلیں گے۔ اور پھر ایسے ہی ہوا۔ پھر ایک علم کا مینار نظر آیا۔ احمدیت کا ایک سپوت علم کا ایک درخشندہ ستارہ ڈاکٹر عبدالسلام۔ اس شان سے علم کے افق پر نمودار ہوا کہ یورپ عش عش کر اٹھا۔ ڈاکٹر سلام اس قومی انقلاب کا پیش خیمہ ہے جو یقیناً ایک بار پھر ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ علم کے سوتے پھوٹیں گے۔ علم کے چشمہ بہہ نکلیں گے اور ساری دنیا قرآن کی روشنی سے منور ہوگی۔ انشاء اللہ

قضائے آسمان ست ایں بہر حالت شود پیدا

صحبت صالحین

(مکرم خواجہ ایاز احمد صاحب)

یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین (التوبہ:۱۹۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور نیک اور سچے لوگوں کی جماعت کے ساتھ ہو جاؤ۔

انسان جو صحبت اختیار کرتا ہے اس کا اس پر گہرا اثر ہوتا ہے۔ جیسی اس کی صحبت ہوگی ویسے ہی اس کے خیالات' عقائد' سوچ اور اخلاق و عادات ہوں گی۔ حتیٰ کہ بڑے بڑے نیک اور عبادت گزار آخر صحبت کے اثر کے ماتحت خدا سے ہی منکر ہو بیٹھتے ہیں اور اگر صحبت نیک اور صالح لوگوں کی ہو تو وہ اصلاح نفس کیلئے اور خدا کا قرب پانے کیلئے بہترین ذریعہ ہے۔ اس کے بالمقابل کوئی انسانی تدبیر اس کا بدل نہیں ہو سکتی۔

صحبت میں تاثیر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام صحبت کے اثر اور نیک صحبت کی ضرورت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"اصلاح نفس کی ایک راہ اللہ تعالیٰ نے یہ بتائی ہے کہ کونوا مع الصادقین۔ (التوبہ ۱۹۹) یعنی جو لوگ قولی' فعلی' عملی اور حالی رنگ میں سچائی پر قائم ہیں ان کے ساتھ رہو۔ اس سے پہلے فرمایا یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ یعنی ایمان والو۔ تقویٰ اللہ اختیار کرو۔ اس سے یہ مراد ہے کہ پہلے ایمان ہو پھر سنت کے طور پر بدی کی جگہ کو چھوڑ دے اور صادقوں کی صحبت میں رہے۔ صحبت کا بہت بڑا اثر ہوتا ہے جو اندر ہی اندر ہوتا چلا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص ہر روز کنجریوں کے ہاں جاتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ کیا میں زنا کرتا ہوں؟ اس سے کہنا چاہئے کہ ہاں تو کرے گا اور وہ ایک نہ ایک دن اس میں مبتلا ہو جاوے گا کیونکہ صحبت میں تاثیر ہوتی ہے۔ اسی طرح پر جو شخص شراب خانہ میں جاتا ہے خواہ وہ کتنا ہی پرہیز کرے اور کہے کہ میں نہیں پیتا ہوں لیکن ایک دن آئے گا کہ وہ ضرور پیئے گا۔

پس اس سے کبھی بے خبر نہیں رہنا چاہئے کہ صحبت میں بہت بڑی تاثیر ہے...... چونکہ صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے اس لئے ایک راستباز کی صحبت میں رہ کر انسان راستبازی سیکھتا ہے اور اس کے پاک انفاس کا اندر ہی اندر اثر ہونے لگتا ہے جو اس کو خدا تعالیٰ پر ایک سچا یقین اور بصیرت عطا کرتا ہے۔ اس صحبت میں صدق دل سے رہ کر وہ خدا تعالیٰ کی آیات اور نشانات کو دیکھتا ہے جو ایمان کو بڑھانے کے ذریعے ہیں۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۵۰۵'۵۰۶)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام مزید فرماتے ہیں۔

"جب انسان ایک راستباز اور صادق کے پاس بیٹھتا ہے تو صدق اس میں کام کرتا ہے۔ لیکن جو راستبازوں کی صحبت کو چھوڑ کر بدوں اور شریروں کی صحبت کو اختیار کرتا ہے تو ان میں بدی اثر کرتی جاتی ہے۔ اسی لئے احادیث اور قرآن شریف میں صحبت بد سے پرہیز کرنے کی تاکید اور تہدید پائی جاتی ہے۔ اور لکھا ہے کہ جہاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اہانت ہوتی ہو اس مجلس سے فی الفور اٹھ جاؤ۔ ورنہ جو اہانت سن کر نہیں اٹھتا اس کا شمار بھی ان میں ہی ہوگا۔ صادقوں اور راستبازوں کے پاس رہنے والا بھی ان میں ہی شریک ہوتا ہے۔ اس لئے کس قدر ضرورت ہے اس امر کی کہ انسان کونوا مع الصادقین کے پاک ارشاد پر عمل کرے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملائکہ کو دنیا میں بھیجتا ہے وہ پاک لوگوں

کی مجلس میں آتے ہیں اور جب واپس جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے کہ تم نے کیا دیکھا؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے ایک مجلس دیکھی ہے جس میں تیرا ذکر کر رہے تھے مگر ایک شخص ان میں سے نہیں تھا۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نہیں وہ بھی ان میں ہی سے ہے کیونکہ انھم قوم لا یشقی جلیسھم اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صادقوں کی صحبت سے کس قدر فائدے ہیں۔ سخت بدنصیب ہے وہ شخص جو صحبت سے دور ہے۔" (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۵۰۷)

بعض لوگ اپنی اولاد پر بے جا اور اندھا اعتماد کر کے ان کی نگرانی نہیں رکھتے۔ دراصل یہ ان کے اندر پائی جانے والی سستی، لاپرواہی اور غفلت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اور ادھر وہ اولاد بدصحبت کا شکار ہو جاتی ہے اور اس کے بداثر خراب ہوتی جاتی ہے حتیٰ کہ اخلاق اور مذہب ہی سے روگرداں ہو جاتی ہے۔

"مثل مشہور ہے اور" واقعی ایک حقیقت ہے کہ صحبت صالح ترا صالح کند و صحبت طالح ترا طالح کند" یعنی نیک صحبت میں بیٹھنے والے نیک ہی بنتے ہیں اور گندی صحبت کو اپنانے والے اسی کے رنگ میں رنگین ہو جاتے ہیں۔ انسان کے ماحول اور تعلقات کے لحاظ سے مدرسہ یا کالج ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ مدارس کے حالات از ہم مکتب ساتھیوں کا اس کی سوچ اور اخلاق و کردار پر بڑا گہرا اور دیرپا اثر پڑتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

"کالجوں میں کس قدر غفلت کا سامان موجود ہے۔ اور دین کو کیا بے حقیقت سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے کالجیئوں کو بڑے استغفار کی ضرورت ہے کیونکہ ان لوگوں کے سامنے یہ لوگ تو غفلت اور سیاہ دلی کا سامان مہیا کرتے ہیں۔"

(حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ ۱۶۰)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول نور اللہ مرقدہ ایک اور موقعہ پر یوں فرماتے ہیں:۔

"ایک شخص نے حضرت صاحب (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ ناقل) سے عرض کیا کہ میں تہجد تک پڑھتا تھا اور خدا اور رسول کے لئے غیرت مند تھا۔ اب ایم۔ اے میں پڑھتا ہوں خدا کی ہستی میں شبہ پڑ گئے۔ آپ نے فرمایا۔ جس سیٹ پر تم بیٹھتے ہو اس کے ساتھ ضرور کوئی دہریہ ہوگا جس کی صحبت کی ظلمت نے یہ حالت کر دی۔ وہ قائل ہو گیا کہ یہ بالکل صحیح ہے۔ کچھ مدت ہوئی میں نے اسے خط لکھا۔ وہ لکھتا ہے اس دن سے (یعنی جس دن سے سیٹ تبدیل کی تھی۔ ناقل) سب ظلمت جاتی رہی۔" (حقائق الفرقان جلد سوم صفحہ ۳۲۰)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول نور اللہ مرقدہ مزید فرماتے ہیں۔

"انسان میں عجیب در عجیب خواہشیں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ جب وہ بچہ ہوتا ہے، پھر جب ہوش سنبھالتا ہے، پھر جوان ہوتا ہے، پھر جب بری صحبتوں میں پھنستا ہے، جب اچھی صحبتوں میں آتا ہے، جب کامیاب زندگی بسر کرتا ہے، جب ناکام ہوتا ہے تو اس کے حالات میں تغیر پیش آتے رہتے ہیں۔ میں نے ایک خطرناک ڈاکو سے پوچھا کہ کبھی تمہارے دل نے ملامت کی ہے؟ تو وہ کہنے لگا کہ تنہائی میں ضرور ضمیر ملامت کرتا ہے مگر جب ہماری چار یاری اکٹھی ہوتی ہے تو پھر کچھ یاد نہیں رہتا اور نہ یہ افعال برے لگتے ہیں۔ یہ سب صحبت بد کا اثر ہے۔ قرآن کریم میں کونوا مع الصادقین کا اسی واسطے حکم آیا ہے تا انسان کی قوتیں نیکی کی طرف متوجہ رہیں اور نیک حالت میں پرورش پاتی رہیں۔ غرض انسان کے دکھوں میں اور خیالات ہوتے ہیں سکھوں میں اور کامیاب ہو تو اور طریق ہوتا ہے اور ناکام ہو تو اور طرز۔ طرح طرح کے منصوبے دل میں اٹھتے ہیں اور پھر ان کو پورا کرنے کے لئے وہ کسی کو محرم راز بناتے ہیں اور جس کے بہت سے ایسے محرم راز ہوتے ہیں تو پھر انجمنیں بن جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے روکا تو نہیں مگر یہ حکم ضرور دیا......

(کہ) اے ایمان والو! ہم جانتے ہیں کہ تم منصوبہ کرتے ہو، انجمنیں بناتے ہو۔ مگر یاد رہے کہ جب کوئی انجمن بناؤ تو گناہ،

سرکشی اور رسول کی نافرمان برداری کے بارہ میں نہ ہو بلکہ نیکی اور تقویٰ کا مشورہ ہو۔"

(حقائق الفرقان جلد اول صفحہ ۲۰۸'۲۰۹)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے احباب جماعت

کو بعض خرابیوں سے ہوشیار کرنے کیلئے ایک اشتہار

بعنوان "اپنی جماعت کو متنبہ کرنے کیلئے ایک ضروری اشتہار" مئی ۱۸۹۸ء میں شائع فرمایا۔ اس میں علاوہ بعض دیگر انفرادی و قومی نصائح کے یہ بھی فرمایا۔

"خدا تعالیٰ سے ڈریں اور اپنی زبانوں اور اپنے ہاتھوں اور اپنے دل کے خیالات کو ہر ایک ناپاک اور فساد انگیز طریقوں اور خیانتوں سے بچاویں اور پنج وقتہ نماز کو نہایت التزام سے قائم رکھیں اور ظلم اور تعدی اور غبن اور رشوت اور اتلاف حقوق اور بیجا طرفداری سے باز رہیں اور کسی بدصحبت میں نہ بیٹھیں۔ اور اگر بعد میں ثابت ہو کہ ایک شخص جو ان کے ساتھ آمد و رفت رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے احکام کا پابند نہیں یا حقوق عباد کی کچھ پرواہ نہیں رکھتا یا ظالم طبع اور شریر مزاج اور بدچلن آدمی ہے اور یا یہ کہ جس شخص سے تمہیں تعلق بیعت اور ارادت ہے اس کی نسبت ناحق اور بیوجہ بدگوئی اور زبان درازی اور بدزبانی اور بہتان اور افتراء کی عادت جاری رکھ کر خدا تعالیٰ کے بندوں کو دھوکہ دینا چاہتا ہے تو تم پر لازم ہوگا کہ اس بدی کو اپنے درمیان سے دور کرو۔ اور ایسے انسان سے پرہیز کرو جو خطرناک ہے اور چاہئے کہ کسی مذہب اور کسی قوم اور کسی گروہ کے آدمی کو نقصان رسانی کا ارادہ مت کرو اور ہر ایک کیلئے سچے ناصح بنو۔ اور چاہئے کہ شریروں اور بدمعاشوں اور مفسدوں اور بدچلنوں کو ہرگز تمہاری مجلس میں گذر نہ ہو اور نہ تمہارے مکانوں میں رہ سکیں کہ وہ کسی وقت تمہاری ٹھوکر کا موجب ہوں گے اور چاہئے کہ تمہاری مجلسوں میں کوئی ناپاکی اور ٹھٹھے اور ہنسی کا مشغلہ نہ ہو اور نیک دل اور پاک طبع اور پاک خیال ہو کر زمین پر چلو۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہیں ایک ایسی جماعت بنادے کہ تم تمام دنیا کیلئے نیکی اور راستبازی کا نمونہ ٹھہرو۔ سو اپنے درمیان سے ایسے شخص کو جلد نکالو جو بدی اور شرارت اور فتنہ انگیزی اور بدنفسی کا نمونہ ہے۔ جو شخص ہماری جماعت میں غربت اور نیکی اور پرہیز گاری اور حلم اور نرم زبانی اور نیک مزاجی اور نیک چلنی کے ساتھ نہیں رہ سکتا وہ جلد ہم سے جدا ہو جائے۔ میں نہیں چاہتا کہ اس نیک جماعت میں کبھی کوئی ایسا آدمی مل کر رہے جس کے حالات مشتبہ ہوں یا جس کے چال چلن پر کسی قسم کا اعتراض ہو سکے یا اس کی طبیعت میں کسی قسم کی مفسدہ پردازی ہو یا کسی اور قسم کی ناپاکی اس میں پائی جائے۔ لہٰذا ہم پر یہ واجب اور فرض ہوگا کہ اگر ہم کسی کی نسبت کوئی شکایت سنیں گے کہ وہ خدا تعالیٰ کے فرائض کو عمداً ضائع کرتا ہے یا کسی ٹھٹھے اور بیہودگی کی مجلس میں بیٹھتا ہے یا کسی اور قسم کی بدچلنی اس میں ہے تو وہ فی الفور اپنی جماعت سے الگ کر دیا جائے گا اور پھر وہ ہمارے ساتھ اور ہمارے دوستوں کے ساتھ نہیں رہ سکے گا۔"

(مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعودؑ جلد سوم صفحہ ۴۲ تا ۴۹)

اس باکمال یار کی تصویر بھی تو ہو
حسن و جمالِ یار کی تشہیر بھی تو ہو

آواز کا خزینہ ہے جس کو عطا ہوا
اُس پیارے پیارے یار کی تصویر بھی تو ہو

رستے میں مانگ لیں وہ جو نغمہ ہائے دل
ایسے سوالیوں کی کچھ تعزیر بھی تو ہو

ہر بات میری مان لے گلشن کا باغباں
میری ہر اک بات میں تاثیر بھی تو ہو

سنتا رہا ترانۂ الفت مَیں رات بھر
اے کاش میرے خواب کی تعبیر بھی تو ہو

بلبل نے قید کرنے پہ صیاد سے کہا
اتنی سزا کے واسطے تقصیر بھی تو ہو

قیمت تعلقات کی اتنی بھی کم نہیں
یارب ہمارے پیار کی توقیر بھی تو ہو

"تنہائی کے عذاب سے بچنے کے واسطے
باہم تعلقات کی زنجیر بھی تو ہو"

سید محمود احمد شاہ صاحب

تعارف کتب

"آئینہ کمالات اسلام"

دوسری قسط

(سید مبشر احمد ایاز۔ مدیر خالد)

گزشتہ ماہ اس کتاب کے تعارف کی پہلی قسط شائع ہوئی تھی جس میں صفحہ ۲۷۸ تک کے مضامین کا خلاصہ تھا اب صفحہ ۲۷۹ سے شروع کیا جاتا ہے اور مضامین کی ایک جھلک پیش کی جاتی ہے۔

O صفحہ ۲۷۹ تا ۲۸۸ اخبار نور افشاں ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء میں ایک مضمون جو عیسائیوں کے اسی اخبار کے ایڈیٹر کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ جس میں کچھ اعتراضات ہیں اور ان کا جواب حضور نے دیا ہے یہ سارا مضمون دراصل "احمد بیگ ہوشیار پوری" کی پیشگوئی کے متعلق ہے جو عرف عام میں "محمدی بیگم" کی پیشگوئی کے نام سے معروف ہے۔ ان صفحات میں اجمالاً ہمیں پتہ چلتا ہے کہ

الف۔ اس پیشگوئی کا پس منظر کیا تھا۔

ب۔ اس پر ہونے والے چند اعتراضات۔ اور ان کے جواب

ج۔ بالآخر پیشگوئی کے ایک کردار احمد بیگ کا پیشگوئی کے مطابق فوت ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا نشان ٹھہرنا۔

اور اس کے ساتھ ساتھ تعدد ازواج کی حکمت و فلاسفی اور از روئے بائبل تعدد ازدواج کی اجازت وغیرہ کے مضامین کا ذکر ہے۔

O صفحہ ۲۸۹ پر حضور نے محمد حسین بٹالوی کے نام ایک خط شائع کیا ہے۔ یہ خط ۳۱ دسمبر ۹۲ء کو لکھا گیا جس کی وجہ یہ تھی کہ بٹالوی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف فتویٰ تکفیر حاصل کرنے کے لئے سارے ہندوستان سے فتاویٰ حاصل کئے۔ اس افسوسناک حالت کے ساتھ ساتھ مولوی صاحب کے بارے میں حضور کو ایک منذر الہام ہوا اور بعض دوستوں کو ایسی خوابیں آئیں جس کی بناء پر آپ نے یہ خط لکھا۔ بٹالوی صاحب کا گھرانہ حضور کے گھر خادمانہ و نیازمندانہ طریقہ سے آتا جاتا تھا اور بٹالوی صاحب کے والد صاحب بھی آیا کرتے تھے اور ان کی آرزو ہوتی تھی کہ ان کا بیٹا (محمد حسین) کسی طریق سے حضور کے قریب رہے اور علم و عرفان سے کچھ آگہی ہو سکے۔ اس لئے بعض اوقات میں مولوی صاحب حضور کے ہم مکتب بھی رہے اور قدرے دوستی کا تعلق قائم ہو گیا۔

چونکہ حضور کا یہ تعلق محض للہ تھا اس لئے مولوی صاحب جب اس قربت سے محروم ہونے لگے تو آپؑ نے مولوی صاحب کو یہ خط لکھا آپ اس خط میں فرماتے ہیں۔

"چونکہ آپ کی نسبت ایک منذر الہام مجھ کو ہوا اور چند مسلمان بھائیوں نے بھی مجھ کو آپ کی نسبت ایسی خوابیں سنائیں جن کی وجہ سے میں آپ کے خطرناک انجام سے بہت ڈر گیا تب بوجہ آپ کے ان حقوق کے جو بنی نوع کو اپنے نوع انسان سے ہوتے ہیں اور نیز بوجہ آپ کی ہموطنی اور قرب و جوار کے میرا رحم آپ کی اس حالت پر بہت جنبش میں آیا اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے آپ کی حالت پر نہایت رحم ہے اور ڈرتا ہوں کہ آپ کو وہ امور پیش نہ آجائیں جو ہمیشہ صادقوں کے مکذبوں کو پیش آتے رہے ہیں۔

اسی وجہ سے میں آج رات کو سوچتا سوچتا ایک گرداب تفکر میں پڑ گیا کہ آپ کی ہمدردی کیلئے کیا کروں آخر مجھے دل کے فتویٰ نے یہی صلاح دی کہ پھر دعوت الی الحق کیلئے ایک خط آپ کی خدمت میں لکھوں کیا تعجب کہ اسی تقریب سے خدا تعالیٰ

آپ پر فضل کر دیوے اور اس خطرناک حالت سے نجات بخشے......" (صفحہ ۲۸۹)

آخر کار وہی ہوا۔ بٹالوی صاحب کے بارے میں حضور کے منذر الہامات پورے ہو کر رہے۔

اس خط کے جواب میں مولوی صاحب نے سراسر حاسدانہ الزامات سے بھرا ہوا جواب لکھا۔ اس خط کے آخر میں وہ لکھتے ہیں:۔

"اگر میں آپ کی مخالفت میں نیک نیت اور حق پر ہوں اور دین اسلام کی حمایت کر رہا ہوں اور نفسانیت کو اس میں دخل نہیں دیتا تو خدا تعالیٰ میری مدد کرے گا اور آپ کو ہدایت کر کے تابع حق اور دین اسلام کرے گا ورنہ سخت عذاب میں مبتلا کر کے ہلاک کرے گا اور اگر میری نیت میں فساد ہے تو خدا مجھے اس کا بدلہ خود دے گا......" (صفحہ ۳۱۹)

حضرت مسیح موعود کی راستبازی

بہرکیف اس نے اپنے خط میں بے بنیاد الزامات لکھے تھے جس کا خلاصہ یہ تھا کہ (نعوذ باللہ) آپ جھوٹ کے عادی ہیں۔ اس کے اس الزام کے جواب میں حضور نے ایک ایک بات کا جواب لکھا اور اس ضمن میں حضور نے اپنی راستبازی اور صداقت شعاری کے واقعات سے ثابت کیا ہے کہ ایسے ایسے حالات میں بھی سچائی کو اختیار کرنا کسی جھوٹ بولنے والے کا کام نہیں ہو سکتا.........

آپ فرماتے ہیں۔

"اگر آپ طالب حق بن کر میری سوانح زندگی پر نظر ڈالیں تو آپ پر قطعی ثبوتوں سے یہ بات کھل سکتی ہے کہ خدا تعالیٰ ہمیشہ کذب کی ناپاکی سے مجھ کو محفوظ رکھتا رہا ہے یہاں تک کہ بعض وقت انگریزی عدالتوں میں میری جان اور عزت ایسے خطرہ میں پڑ گئی کہ بجز استعمال کذب اور کوئی صلاح کسی وکیل نے مجھ کو نہ دی لیکن اللہ جل شانہ کی توفیق سے میں سچ کے لئے اپنی جان اور عزت سے دست بردار ہو گیا اور بسا اوقات مالی مقدمات میں محض سچ کے لئے میں نے بڑے بڑے نقصان اٹھائے اور بسا اوقات محض خدا تعالیٰ کے خوف سے اپنے والد اور اپنے بھائی کے برخلاف گواہی دی اور سچ کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اس گاؤں میں اور نیز بٹالہ میں بھی میری ایک عمر گذر گئی ہے مگر کون ثابت کر سکتا ہے کہ کبھی میرے منہ سے جھوٹ نکلا ہے۔ پھر جب میں نے محض للہ انسانوں پر جھوٹ بولنا ابتدا سے متروک رکھا اور بارہا اپنی جان اور مال کو صدق پر قربان کیا تو پھر میں خدا تعالیٰ پر کیوں جھوٹ بولتا۔"

(صفحہ ۲۸۹، ۲۹۰)

اس طرح آپ نے تفصیل کے ساتھ مولوی صاحب کو تمام الزامات کا کافی و شافی جواب دے کر حجت تمام کی۔

حضرت نواب محمد علی خان صاحب کا خط

صفحہ ۳۲۳ پر حضرت نواب صاحب کا خط ہے جس میں حضور کی خدمت میں چند امور کے بارے میں درخواست کی گئی ہے۔

۱۔ اول تو یہ کہ اب مخالفت بہت ہو چکی ہے اور حجت قائم ہو چکی ہے۔ لہٰذا مباہلہ کے لئے مخالفوں کو بلانا چاہئے۔

۲۔ دوسرا یہ کہ حضور نے استخارہ کا جو طریق بتایا ہے کہ میری (یعنی حضرت مسیح موعودؑ کی) صداقت معلوم کرنے کے واسطے استخارہ لوگ کر سکتے ہیں البتہ دل بغض اور محبت سے پاک ہو، یعنی غیر جانبدار ہو کر استخارہ کریں (حضور نے اپنی کتاب نشان آسمانی میں اس کا ذکر فرمایا ہے) حضرت نواب صاحب خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس طرح کافی مشکل پیش آ سکتی ہے القائے

شیطانی کی گنجائش بہرحال ہے اور بغض و محبت سے پاک ہونا مشکل ہے اس لئے حضور دعا فرمائیں کہ استخارہ القائے شیطان سے پاک ہو۔ جو کوئی استخارہ کرے خواہ موافق ہو یا مخالف سب پر یکساں طور سے اصلی حقیقت کھل جائے اور اس میں شیطان کا دخل جاتا رہے۔

۳۔ سوم یہ کہ کوئی امر خارق عادت ہونا چاہئے تاکہ لوگوں پر حجت قائم ہو۔

حضرت اقدس کا جواب

○ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس خط کو درج کرنے سے پہلے یہ ذکر فرمایا ہے کہ یہ خط نواب صاحب نے کسی اور طالب حق کی تحریک سے لکھا ہے ورنہ خود نواب صاحب اس عاجز سے ایک خاص تعلق اخلاص و محبت رکھتے ہیں اور اس سلسلہ کے حامی بدل و جان ہیں۔ صفحہ ۳۲۶

خط کا جواب۔ علم و معرفت کا خزانہ

حضرت نواب صاحب کے خط کا جواب دیا جو کہ ستائیس صفحات پر مشتمل ہے۔ (صفحہ ۳۳۱ تا ۳۵۷)

حضور نے نواب صاحب کے خط کے ہفتہ عشرہ بعد ۱۰ دسمبر ۱۸۹۲ء کو یہ خط رقم فرمایا۔ خط میں مذکور مضامین کی طرف صرف اشارہ کیا جا سکتا ہے۔ وگرنہ پورا خط علم و معرفت کے مسائل پر مبنی ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اور طرح طرح کے اوہام اور وساوس کے زہر کو دور کرنے کے لئے ایک تریاق کا حکم رکھتا ہے۔

مباہلہ کے لئے اذن الٰہی

فرماتے ہیں:۔

"مباہلہ کی نسبت آپ کے خط سے چند روز پہلے مجھے خود بخود اللہ جل شانہ نے اجازت دے دی ہے اور یہ خدا تعالیٰ کے ارادہ سے آپ کے ارادہ کا توارد ہے کہ آپ کی طبیعت میں یہ جنبش پیدا ہوئی ہے........." (صفحہ ۳۳۱)

○ نشان دکھانے کی بابت فرمایا کہ

"درحقیقت انسان دو قسم کے ہوتے ہیں اول وہ جو زیرک اور زکی ہیں اور اپنے اندر قوت فیصلہ رکھتے ہیں اور متخاصمین کی قیل و قال میں سے جو تقریر حق کی عظمت اور برکت اور روشنی اپنے اندر رکھتی ہے اس تقریر کو پہچان لیتے ہیں۔ ایسے لوگ مثلاً حضرت موسیٰ کی شناخت کے لئے اس بات کے محتاج نہیں ہو سکتے کہ ان کے سامنے سوٹی کا سانپ بنایا جاوے اور نہ ہمارے سید و مولیٰ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ایسے اعلیٰ درجہ کے لوگوں نے کبھی معجزہ طلب کیا۔ کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ صحابہ کبارؓ کوئی معجزہ دیکھ کر ایمان لائے تھے بلکہ وہ زکی تھے اور نور قلب رکھتے تھے انہوں نے آنحضرت کا منہ دیکھ کر ہی پہچان لیا تھا کہ یہ جھوٹوں کا منہ نہیں ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ کے نزدیک صدیق اور راستباز ٹھہرے انہوں نے حق کو دیکھا اور ان کے دل بول اٹھے کہ یہ منجانب اللہ ہے۔

دوسری قسم کے وہ انسان ہیں جو معجزہ اور کرامت طلب کرتے ہیں ان کے حالات خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں تعریف کے ساتھ بیان نہیں کئے اور اپنا غضب ظاہر کیا ہے۔.........

بہت سی آیتیں قرآن کریم کی جن کا اس وقت لکھنا موجب طوالت ہے بالاتفاق بیان فرما رہی ہیں کہ نشان کو طلب کرنے والے مورد غضب الٰہی ہوتے ہیں اور جو شخص نشان دیکھنے سے ایمان لاوے اس کا ایمان منظور نہیں۔ اس پر دو اعتراض وارد ہوتے ہیں اول یہ کہ نشان طلب کرنے والے کیوں مورد غضب الٰہی ہیں جو شخص اپنے اطمینان کیلئے یہ آزمائش کرنا چاہتا ہے کہ یہ شخص منجانب اللہ ہے یا نہیں بظاہر وہ نشان طلب کرنے کا حق رکھتا ہے تا دھوکا نہ کھاوے اور مردود الٰہی کو مقبول الٰہی خیال نہ کر لیوے۔ اس وہم کا جواب یہ ہے کہ تمام ثواب ایمان پر مترتب ہوتا ہے اور ایمان اسی بات کا نام ہے کہ جو بات پردہ

غیب میں ہو اس کو قرائن موجودہ کے لحاظ سے قبول کیا جائے یعنی اس قدر دیکھ لیا جائے کہ مثلاً صدق کے وجوہ کذب کے وجوہ پر غالب ہیں اور قرائن موجودہ ایک شخص کے صادق ہونے پر بہ نسبت اس کے کاذب ہونے کے بکثرت پائے جاتے ہیں۔ یہ تو ایمان کی حد ہے لیکن اگر اس حد سے بڑھ کر کوئی شخص نشان طلب کرتا ہے تو وہ عند اللہ فاسق ہے......" (صفحہ ۳۴۴)

پھر حضور نے اپنی صداقت کے لئے علامات اور قرائن کا مختصر تذکرہ فرمایا ہے۔

○ استخارہ کی بابت فرمایا کہ حضور کی مراد صرف یہ تھی کہ جذبات محبت اور جذبات عداوت کسی تحریک کی وجہ سے جوش میں نہ ہوں۔ پھر حضور نے رحمانی اور شیطانی خواب میں مابہ الامتیاز کا تفصیل سے ذکر فرمایا ہے۔

○ **التبلیغ** حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عربی زبان میں پہلی تصنیف ہے۔ اور اس کی تحریک کا ذکر حضور نے خود فرمایا ہے کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے ۱۱ جنوری ۱۸۹۳ء کو حضرت اقدس سے عرض کیا کہ اس کتاب میں ان فقراء اور پیرزادوں کی طرف بھی بطور دعوت اور اتمام حجت ایک خط شامل ہونا چاہئے تھا جو بدعات میں دن رات غرق ہیں۔ حضور کو یہ تجویز پسند آئی حضور فرماتے ہیں۔

"میرا ارادہ یہ تھا کہ یہ خط اردو میں لکھوں لیکن رات کو بعض ارشادات الہامی سے ایسا معلوم ہوا کہ یہ خط عربی میں لکھنا چاہئے.........(صفحہ ۳۵۹)

حضور نے نہایت فصیح و بلیغ مقفی و مسجع عربی عبارت میں یہ مضمون لکھا جو بجائے خود آپ کی صداقت کا ایک زندہ نشان ہے۔ یہ مضمون صفحہ ۳۵۹ سے ۵۹۶ تک ہے جن کا ساتھ ساتھ فارسی میں بھی ترجمہ ہے۔

قصیدہ نعتیہ

اور مضمون کے آخر پر دو قصیدے ہیں جن میں سے ایک مشہور قصیدہ

یا عین فیض اللہ و العرفان سے شروع ہوتا ہے جس کے بارے میں حضور نے فرمایا ہے کہ جو اس کو زبانی یاد کرے گا اس کے حافظے میں برکت دی جائے گی۔

دعوت مقابلہ

○ صفحہ ۵۹۷ پر مولوی محمد حسین بٹالوی کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے آپ نے ذکر فرمایا ہے کہ دراصل تکبر ہے جس کی بناء پر مولوی صاحب شیطان کی راہ پر چل نکلے ہیں اور مولوی صاحب کو چیلنج دیا ہے کہ میری سچائی کو پرکھنے کے لئے میرے مقابل پر قرآن مجید کی کچھ آیات کی تفسیر عربی میں لکھیں اگر میں مولوی صاحب سے کم تر رہایا مولوی صاحب برابر رہے تو بھی میں جھوٹا ٹھہروں گا۔ (صفحہ ۶۲۰)

لیکن ظاہر ہے کہ مولوی صاحب نے اس مقابلہ کو قبول نہیں کیا۔

مقررہ تاریخوں پر جلسہ کرنے کا اعتراض

ایک مولوی صاحب نے یہ اعتراض کیا کہ تاریخ مقرر کر کے جلسہ کرنا اور اس کے لئے لوگوں کا سفر وغیرہ کر کے جانا یہ سب بدعت ہے۔

حضور نے آیات قرآنی احادیث نبویہ سے اس مضمون پر روشنی ڈالی ہے کہ سفر کرنا کہاں بدعت ہو گیا۔ علم کے حصول کے لئے تو چین تک کا سفر کرنا آیا ہے اور پھر اصل مقصد تو نیک نیتی ہے۔ لوگ آئے دن سفر کرتے ہیں تو کیا یہ سب حرام ہو جائیں گے۔ اس تفصیلی جواب کے آخر پر حضور نے مولوی صاحب کو قادیان آنے کی دعوت دی ہے کہ وہ میرے پاس آئیں قرآن و حدیث سے ان کے سامنے بیان کروں گا کہ ان کی یہ سوچ غلط ہے۔ یہ مضمون صفحہ ۶۰۵ سے ۶۱۲ پر بیان ہوا ہے۔

بقیہ صفحہ......8......پر

بسلسلہ سیرتِ صحابہؓ

آخری ستارہ

(۴)
(قسط اوّل)

سیرت و سوانح شیرِ خدا حضرت علیؓ

سوانحی خاکہ

☆ نام علیؓ بن ابو طالب کنیت۔ ابو الحسن اور ابو تراب۔
☆ حضرت رسول اکرمؐ کے چچا زاد بھائی تھے۔
☆ بچپن سے ہی حضور اکرم ﷺ کے ساتھ رہے اور آپ کے گھر میں پرورش پائی۔
☆ قریباً دس سال کی عمر میں اسلام قبول کیا اور یوں بچوں میں سب سے پہلے مسلمان ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔
☆ ہجرت مدینہ کے وقت کمال بہادری سے حضور ﷺ کے بستر پر سوئے اور آپ کی طرف سے امانتیں وغیرہ لوٹا کر مدینہ پہنچے۔
☆ تمام غزوات میں دلیری اور جانثاری کی عظیم داستانیں رقم کیں۔
☆ ۲ ہجری میں حضور اکرم ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح ہوا جس کے قریباً ایک سال بعد شادی ہو گئی۔
☆ تینوں خلفاء کے دور میں اطاعت اور محبت کے ساتھ وقت گزارا۔
☆ حضرت عثمانؓ کے دور خلافت کے آخری ایام میں اپنی جان پر کھیل کر بھی آپ کی خدمت کی۔
☆ ۳۵ھ میں چوتھے خلیفہ راشد کے طور پر منتخب ہوئے اور اسلام کی خدمت کرتے ہوئے۔
☆ ۴۰ھ میں ایک بدبخت کے ہاتھوں شہید کر دیئے گئے۔

سچائی کی شناخت کیلئے بڑی عمر اور لمبا تجربہ ہونا ضروری نہیں ہوا کرتا۔ اگر فطرت نیک ہو اور تربیت عمدہ ہو تو ایک بچہ بھی کامل سچائی تک پہنچ سکتا ہے۔

یہ واقعات بھی ایک ایسے ہی بچے کے ہیں جس نے محض دس سال کی عمر میں ایک عظیم سچائی کے بارے میں سنا اور اسے قبول کر لیا۔ مشکلات بھی آئیں تو صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور ترقیات کی منازل طے کرتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ وہ وقت آ گیا جب مسلمانوں نے متفقہ طور پر آپ کو چوتھے خلیفہ راشد کے طور پر چن لیا۔ لیکن افسوس کہ مسلمانوں کی باہمی غلط فہمیوں اور اختلافات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک بدبخت نے آپ کو شہید کر دیا۔ حضرت علیؓ کی زندگی کے واقعات جن کی مہک اور خوشبو آج بھی قائم ہے۔ خلافت راشدہ کے روشن ستاروں میں سے آخری ستارہ جس کے بعد یہ نعمت بادشاہت سے بدل گئی۔

معصوم علیؓ حیرت کے ساتھ دیکھ رہے تھے اور سوچ رہے تھے کہ آخر ان دونوں کو کیا ہو گیا ہے یہ سوال بار بار ان کے ذہن میں گردش کر رہا تھا اور بالآخر جب بھائی اور بھابی اس گریہ و زاری سے فارغ ہوئے تو آپ نے بڑی معصومیت کے ساتھ یہ سوال کر ہی ڈالا۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے بڑے

پیار سے آپ کو اپنے پاس بٹھایا اور آپ کو بتانا شروع کیا کہ یہ تمام دنیا خدا تعالیٰ نے بنائی ہے۔ لوگ جن بتوں کی عبادت کرتے ہیں وہ محض پتھر کے بے جان مجسمے ہیں اور ان کی کوئی بھی حقیقت نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ اپنے بندوں سے بہت محبت کرتا ہے اس لئے اس نے اپنے بندوں کی اصلاح اور راہنمائی کیلئے مجھے چنا ہے تاکہ میں خدا کا پیغام لوگوں تک پہنچاؤں۔ یہ ایک بہت بڑا کام ہے اس لئے میں اس میں کامیابی کیلئے خدا تعالیٰ سے رو رو کر دعا کر رہا تھا۔ علیؓ! کیا تم اس پیار کرنے والے خدا پر ایمان لانا چاہو گے؟ یہ سب باتیں بہت عجیب تھیں۔ علیؓ نے تو لوگوں کو انہی بتوں کے سامنے سر جھکاتے دیکھا تھا۔ خانہ کعبہ بھی بتوں سے بھرا ہوا تھا اور تمام ماحول میں بت پرستی پھیلی ہوئی تھی۔ ایسے حالات میں یہ باتیں ناقابل یقین معلوم ہوتی تھیں لیکن پھر بھی ان باتوں میں کوئی ایسی کشش تھی جو علیؓ کے صاف دماغ کو اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ تاہم انہوں نے اپنے والد ابو طالب سے پوچھنا مناسب سمجھا کیونکہ ابھی اتنا بڑا فیصلہ کرنے کی ان کی عمر نہ تھی۔ آپ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے سگے چچا حضرت ابو طالب کے چھوٹے بیٹے تھے۔ ابو طالب نے جس محبت اور پیار کے ساتھ بچپن سے جوانی تک رسول اللہ ﷺ کی پرورش کی تھی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ابو طالب اپنے یتیم بھتیجے کا خیال رکھتے تھے اور ایک لمحے کیلئے بھی آپ کو یہ احساس نہ ہونے دیتے تھے کہ آپ کے ماں باپ وفات پا چکے ہیں۔ یہ محبت ایسی تھی کہ خود رسول کریم ﷺ بھی ہمیشہ اپنے ان بزرگوں کے ممنون احسان رہے۔ اور جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے بعد آپ الگ گھر میں رہنے لگے تب بھی آپ اپنے چچا اور ان کے گھر کے دیگر افراد کا خصوصی خیال رکھا کرتے تھے۔ ابو طالب کثرت عیال کی وجہ سے اور مالی حالات خراب ہو جانے کے باعث پریشان ہوئے تو حضور ﷺ نے اپنے چچا عباس کو مشورہ دیا کہ ہمیں اس شفیق انسان کا بوجھ بانٹنا چاہئے۔ چنانچہ آپ نے حضرت علیؓ کی کفالت اپنے ذمہ لے لی جب کہ حضرت عباس نے جعفر بن ابو طالب کو اپنے گھر بلا لیا۔ جب حضور کی عمر مبارک چالیس برس ہوئی تو آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبوت کے مقام پر فائز کیا گیا۔ یہ عظیم ذمہ داری بہت مشکل اور کٹھن تھی اسی وجہ سے آپ ہمہ وقت خدا تعالیٰ کے حضور جھکے رہتے کہ وہ اس مشکل کام میں آپ کی مدد کرے۔ یہ ایک ایسے ہی دن کا واقعہ ہے کہ جب آپ کو روتا دیکھ کر دس سالہ علیؓ نے آپ سے سوال کیا جس کے جواب میں آپ نے معصوم علیؓ کو خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا۔

قبول اسلام

فیصلہ واقعی بہت مشکل تھا لیکن حضرت علیؓ کی فطری نیکی اور حضور ﷺ کی عمدہ تربیت کی وجہ سے آپ جلد ہی اس نتیجے پر پہنچ گئے کہ حضور اکرم ﷺ کی بات بالکل درست ہے اور یہ بے جان بت جو خود اپنے کسی کام نہیں آ سکتے خدا کس طرح ہو سکتے ہیں۔ یہ سادہ سی بات حضرت علیؓ کی سمجھ میں آ گئی اور انہوں نے اگلے ہی روز حضور ﷺ سے مسلمان ہونے کی خواہش کا اظہار کر دیا۔ یوں آپ اسلام قبول کرنے والے پہلے بچے تھے۔ آپ کے والد اور والدہ کو بھی آپ کے اسلام قبول کرنے پر کوئی اعتراض نہ ہوا اور بعد میں آپ کی والدہ نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

حضرت علیؓ کو آنحضور ﷺ سے ابتداء سے ہی بہت محبت تھی لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد تو اس میں حیرت انگیز طور پر اضافہ ہو گیا۔ مکی زندگی کے تیرہ سال آپ نے خادمانہ محبت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گزارے۔ ہر ایک تنگی اور مصیبت برداشت کی لیکن ساتھ چھوڑنا گوارہ نہ کیا۔

نبوت کے چوتھے سال جب حضور ﷺ کو اعلانیہ طور پر اسلام کا پیغام پہنچانے کا حکم ہوا تو آپ نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو پیغام حق پہنچانے کا ارادہ کیا۔ آپ نے اس سلسلے میں ایک دعوت کا اہتمام کیا جس میں اپنے تمام عزیزوں کو جن کی تعداد ۴۰ کے لگ بھگ تھی مدعو کیا۔ جب حضور ﷺ نے اپنے خطاب کا آغاز کیا اور اسلام کا پیغام لوگوں کو سنایا تو تمام

حاضرین خاموش ہو گئے۔ کسی نے اٹھ کر تصدیق نہ کی۔ یہ عالم دیکھ کر حضرت علیؓ سے نہ رہا گیا۔ آپ جوش کے ساتھ کھڑے ہوئے اور باواز بلند عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں عمر میں سب سے چھوٹا ہوں۔ میری ٹانگیں دبلی پتلی اور کمزور ہیں مجھے آشوب چشم کا عارضہ بھی لاحق ہے لیکن اس تمام کمزوری کے باوجود میں آپ کا ساتھ دینے کا عہد کرتا ہوں۔ گو یہ عہد نوجوانی کی جذباتی عمر کا ایک عہد تھا لیکن وقت نے ثابت کر دیا کہ یہ جذبات بالکل سچے اور کھرے تھے ان میں کوئی جھوٹ اور نفس کی ملونی نہ تھی۔ اسی بناء پر اپنی عمر کے آخری لمحے تک آپ نے کمال جرات اور جوانمردی کے ساتھ اس عہد کو نبھایا۔

جانثار علیؓ

مکہ کی زندگی کے تیرہ سال مسلمانوں کیلئے بہت مشکل اور دردناک تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی اس کسمپرسی کو دیکھ کر انہیں ہجرت کی اجازت عطا فرمائی اور یوں رسول اللہ کے مشورے سے بیشتر صحابہ مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ خود رسول اللہ بھی ہجرت کیلئے اللہ تعالیٰ کے حکم کے منتظر تھے۔ انہی دنوں میں کفار مکہ اسلام پر کاری ضرب لگانے کیلئے یہ منصوبہ بنا رہے تھے کہ کسی طرح محمدؐ کو قتل کر دیں تاکہ یہ مسئلہ ہمیشہ کیلئے ختم ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس منصوبے سے بچانے کیلئے آپ کو پہلے سے اطلاع دے دی اور فوری طور پر مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم فرمایا۔ آپ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ مشورہ کیا اور انہیں ساتھ لیکر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ روانگی سے قبل آپ نے حضرت علیؓ کو اپنے گھر کی نگرانی سونپی لوگوں کی جو امانتیں آپ کے پاس تھیں وہ ان کے سپرد کیں تاکہ ان کے مالکوں کو واپس کر سکیں اور پھر انہیں اپنے بستر پر سونے کا ارشاد فرمایا۔

جانثار علیؓ نے ایسا ہی کیا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ بہت خطرہ ہے اور کفار کسی وقت بھی گھر میں داخل ہو کر حملہ کر سکتے ہیں آپ بڑے سکون کے ساتھ حضور کے بستر پر سوئے رہے اور کفار کو یہ اطلاع ملتی رہی کہ محمدؐ ابھی اپنے بستر میں ہی موجود ہیں۔ رات ہی کے کسی پہر حملے کا منصوبہ تھا اس لئے کفار تلواریں سونتے صبح کے قریب حضور ﷺ کے گھر میں داخل ہو گئے۔ ان کا ناپاک ارادہ یہ تھا کہ آج محمدؐ کو قتل کئے بغیر نہ چھوڑیں گے۔

یہ حملہ آور جب بستر کے قریب آئے اور جائزہ لیا تو اپنے سر پیٹ کر رہ گئے۔ کیونکہ بستر پر حضور اکرم ﷺ کی بجائے حضرت علیؓ سو رہے تھے۔ یہ ایک بہت بڑی ناکامی تھی جس پر کفار تلملا اٹھے۔ پتہ کرنے پر معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو رات ہی مکہ چھوڑ کر جا چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ کو بھی ان کے غیظ و غضب سے بچا لیا اور وہ یہ سوچ کر کہ جلدی نکل کر محمدؐ کو پکڑنا چاہئے انہیں چھوڑ کر باہر بھاگے اور ہر طرف تلاش شروع ہو گئی۔ آنحضرت ﷺ کے بخیریت مدینہ پہنچنے کے بعد حضرت علیؓ نے بھی ہجرت کا ارادہ کیا اور سب ضروری معاملات سے فارغ ہو کر مدینہ روانہ ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے بڑی محبت کے ساتھ آپ کا استقبال کیا۔ آپ کو اپنے ساتھ ٹھہرایا اور جب مواخات کے ذریعے سے آپ نے انصار اور مہاجرین کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا تو حضرت علیؓ کو آپ ﷺ نے اپنا بھائی قرار دیا۔ (ترمذی ابواب المناقب)

ہجرت کے دوسرے سال رمضان کے مہینے میں کفار مکہ کی طرف سے ایک بڑا لشکر جو ایک ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھا مسلمانوں کو تباہ کرنے کیلئے مدینہ کی طرف بھجوایا گیا۔ آنحضور ﷺ کو جب اس بات کی اطلاع ملی تو آپ اپنے تین سو تیرہ جانثاروں کو ساتھ لیکر اس لشکر کو روکنے کیلئے مدینہ سے روانہ ہوئے۔ بدر کے میدان میں یہ دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے اور جنگ کا آغاز مبارزت سے ہوا (پرانے وقتوں میں طریق تھا کہ جنگ سے قبل انفرادی طور پر ہر فریق کے کچھ لوگ آپس میں لڑائی کرتے تھے جس سے جتانا یہ مقصد ہوتا تھا کہ کون سے لوگ دلیر اور بہادر ہیں اس انفرادی لڑائی کو مبارزت کہا جاتا تھا)

کفار کے لشکر سے تین بہادر اور تنومند پہلوان ولید، شیبہ

اور عتبہ باہر نکلے اور مسلمانوں کو للکارنے لگے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کی للکار کے جواب میں اپنے تین جانثاروں، حضرت علیؓ، حضرت حمزہؓ اور حضرت عبیدہؓ کو ارشاد فرمایا کہ جاؤ اور مقابلہ کرو۔ یہ مجاہد نکلے اور ایک ایک کافر کو تقسیم کر کے آگے بڑھے۔ حضرت علیؓ نے اپنے حریف ولید کو للکارا اور نہایت پھرتی کے ساتھ اس کا کام تمام کر دیا۔ ولید کو قتل کرنے کے بعد آپ اپنے ساتھی عبیدہؓ کی مدد کیلئے بڑھے اور ان کے ساتھ مقابلہ کرنے والے شیبہ کو بھی واصل جہنم کر دیا۔ اسی اثناء میں حضرت حمزہؓ اپنے حریف عتبہ کو قتل کر چکے تھے اور یوں مسلمان مجاہد اس ابتدائی مبارزت میں اپنی دھاک بٹھانے میں کامیاب ہو گئے۔ حضرت عبیدہؓ اس انفرادی لڑائی میں کافی زخمی ہو گئے تھے جنہیں واپس لشکر کی طرف لایا گیا لیکن وہ جانبر نہ ہو سکے اور شہادت کا جام نوش کیا۔ شکست کی یہ صورت حال کفار کیلئے بہت تکلیف دہ تھی چنانچہ انہوں نے ایک دم ہلہ بول دیا اور تیزی سے آگے بڑھنا شروع کیا۔ اسلامی لشکر نے پہلے تو انہیں آگے بڑھنے دیا لیکن پھر ایک دم گھیرے میں لیکر انہیں جہنم واصل کرنا شروع کر دیا۔ حضرت علیؓ اور حضرت حمزہؓ نے جو بڑی دلیری اور ہمت کے ساتھ لڑ رہے تھے کفار کے لشکر پر ایسی کاری ضربیں لگائیں کہ اسے سنبھلنے کا موقعہ ہی نہ ملا۔ ابو جہل جو اس لشکر کا سالار اعظم تھا وہ بھی دوران جنگ مارا گیا جس کے بعد کفار کے حوصلے جواب دے گئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلمانوں کو ایک عظیم فتح نصیب ہوئی۔ اور اسلامی لشکر فتح نصیب ہو کر واپس مدینہ لوٹا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی

۲ ہجری حضرت علیؓ کیلئے اس لحاظ سے بھی بہت اہم ہے کہ اس سال آپ کا نکاح حضرت رسول کریم ﷺ کی پیاری صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہو گیا۔ اس رشتے کی خواہش خود حضرت علیؓ نے کی تھی جسے آنحضرت ﷺ نے منظور فرمالیا لیکن ساتھ ہی یہ دریافت کیا کہ علیؓ! کیا تمہارے پاس مہر ادا کرنے کیلئے کچھ رقم وغیرہ ہے۔ آپ نے عرض کیا کہ حضور رقم تو نہیں ہے ایک گھوڑا اور ایک زرہ موجود ہے۔ چنانچہ آپ نے گھوڑا تو غزوات میں شرکت کیلئے رہنے دیا لیکن زرہ فروخت کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت عثمانؓ نے آپ کی یہ زرہ ۴۸۰ درہم میں خرید لی اور یوں آپ کے نکاح کا انتظام ہو گیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی حضرت علیؓ کے ساتھ کر دی۔ یہ ایک انتہائی سادہ شادی تھی لیکن پھر بھی اس میں شامل ہونے والے اسے اپنے وقت کی سب سے مزیدار اور بہتر شادی قرار دیتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کرائے پر ایک مکان حاصل کیا۔ اسے رہنے کے قابل بنا کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس مکان میں لے آئے۔ حضور ﷺ نے اپنی پیاری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رخصت کرتے ہوئے بعض تحائف بھی دیئے جو ہمیشہ آپ کے پاس محفوظ رہے۔ ان میں ایک چارپائی ایک بستر، ایک چادر، آٹا پیسنے کیلئے ہاتھ کی چکی اور پانی رکھنے کیلئے ایک مشکیزہ شامل تھا۔ حضرت علیؓ نے بھی اپنے پاس موجود تھوڑی سی رقم سے ولیمے کا اہتمام کیا جس میں جو کی روٹی، پنیر، کھجور اور شوربے والا سالن تھا۔ یوں یہ مبارک جوڑا سادگی کے ساتھ ایک نئی زندگی کی شاہراہ پر گامزن ہوا۔

نئی زندگی کا یہ آغاز آپ کے لئے بہت سی مشکلات بھی لیکر آیا کیونکہ اس سے پہلے تو آپ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہا کرتے تھے اس لئے کسی قسم کی علیحدہ ذمہ داری آپ پر نہ تھی۔ لیکن جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کے بعد آپ نے علیحدہ مکان لیکر رہنا شروع کیا تو گھر کی تمام ذمہ داریوں کا بوجھ آپ پر آن پڑا۔ آپ کے پاس کوئی سرمایہ بھی نہ تھا کہ کسی کاروبار کا آغاز کر سکتے اس لئے محنت مزدوری کر کے اپنا گزارہ کرنا شروع کیا۔ آپ خود بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ کافی وقت سے کھانا نہ کھایا تھا۔ گھر میں بھی کچھ موجود نہ تھا چنانچہ محنت مزدوری کے خیال سے مدینہ کے نواح میں نکل گیا۔ وہاں ایک عورت مجھے ملی جو غالباً گھر کی مرمت اور لپائی کیلئے مٹی اکٹھی کر رہی تھی میں نے اس سے بات کی اور مٹی بھگونے کیلئے

اسے پانی لا کر دیا۔ ۱۶ ڈول بھرنے پر اس نے مجھے ۱۶ کھجوریں اجرت کے طور پر دیں جو میرے لئے ایک نعمت سے کم نہ تھیں۔ یہ الگ بات ہے کہ اس محنت کے نتیجے میں میرے ہاتھوں پر چھالے پڑ گئے۔ ایک طرف آپ کا یہ حال تھا تو دوسری طرف سیدۃ النساء حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی کچھ کم مشکلات برداشت نہ کر رہی تھیں۔ آپ گھر کا سارا کام اپنے ہاتھ سے کرتیں آٹا پیستے پیستے آپ کے ہاتھوں میں چھالے پڑ جاتے۔ پانی بھرتے بھرتے جسم دکھنے لگتا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت کے مطابق خدا تعالیٰ کی حمد و ثناء کرتے کرتے وقت گزار دیتیں۔ بیشتر وقت گھر میں فاقہ ہوتا اور کئی کئی دن چولہا نہ جلتا لیکن صبر اور رضا کے ساتھ یہ دونوں بزرگ اس مشکل وقت کو ہنس کر گزارتے رہے۔

غزوہ احد

غزوہ بدر کے بعد بھی حضرت علیؓ ہر ایک غزوے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ بشانہ شریک ہوئے۔ غزوہ احد میں جب کہ کفار کے اچانک حملے کی وجہ سے مسلمان لشکر کچھ وقت کیلئے بکھر کر رہ گیا تھا اس وقت بھی حضرت علیؓ بڑی ہمت اور بہادری کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کر رہے تھے۔ جب حملے کا زور ٹوٹا تو آپ چند صحابہ کے ساتھ حضورؐ کو محفوظ مقام پر لے آئے جہاں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرہم پٹی کی۔

غزوہ خندق پیش آیا تو حضرت علیؓ ان جانثار سپاہیوں میں شامل تھے جو ہمہ وقت حضورؐ کے فرمان کے ماتحت خندقوں کی نگرانی پر مامور تھے۔ ۷ ہجری میں یہودیوں کی شرارتوں کے تدارک کیلئے خیبر کی طرف اسلامی مہم بھیجی گئی۔ یہاں پر یہودیوں کے بڑے مضبوط قلعے تھے جنہیں وہ ناقابل تسخیر خیال کرتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کی برکت سے حضرت علیؓ نے اس مہم کی کمان سنبھالی اور خیبر فتح ہو گیا۔ اسی نسبت سے آپ کو فاتح خیبر یا خیبر شکن بھی کہا جاتا ہے۔

فتح مکہ

۱۰ رمضان ۸ ہجری کو مکہ فتح ہوا۔ یہ ایک بہت عظیم واقعہ تھا وہی مکہ جہاں سے بے کس اور مجبور مسلمانوں کو ظلم کر کے نکالا گیا تھا۔ آج مسلمانوں کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ مکہ کی جانب سے حضرت علیؓ فوج کا علم سنبھالے بڑی شان کے ساتھ شہر میں داخل ہو رہے تھے۔

بغیر کسی قتل و غارت گری اور خونریزی کے مکہ فتح ہو گیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کے ساتھ خانہ کعبہ تشریف لے گئے اور اپنی چھڑی سے وہاں موجود بتوں کو توڑنے لگے۔ آپ چھڑی چلاتے جاتے تھے اور ساتھ ہی فرماتے جاتے تھے کہ "حق آگیا اور باطل بھاگ گیا اور باطل کا بھاگنا تو مقدر ہو چکا تھا" خانہ کعبہ میں اس وقت ۳۶۰ کے قریب بت موجود تھے۔ آپ نے ہر ایک گوشے میں موجود بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا صرف ایک بڑا بت جو تانبے کا بنا ہوا تھا اور کچھ بلندی پر نصب تھا باقی رہ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو اپنے کندھوں پر اٹھایا اور بت گرانے کا حکم دیا۔ یوں یہ بت آپ کے ہاتھوں سے زمین بوس ہو گیا اور خانہ کعبہ بتوں کی آلائشوں سے پاک ہو گیا۔

۹ھ میں غزوہ تبوک پیش آیا جس میں حضورؐ نے حضرت علیؓ کو اہل بیت کی حفاظت کیلئے مدینہ میں ہی رکنے کا ارشاد فرمایا چنانچہ آپ اس غزوہ میں شریک نہ ہو سکے۔ (بخاری۔ ترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات

اب اسلام تمام عرب میں پھیل رہا تھا۔ کثرت کے ساتھ لوگ حق کو قبول کر رہے تھے اور اس تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا۔ ۱۰ ہجری میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا ارادہ فرمایا۔ یہ آپ کی زندگی کا آخری حج تھا اور اسی مناسبت سے اسے "حجتہ الوداع" کہا جاتا ہے۔ (باقی آئندہ)

(تحریر فرید احمد نوید صاحب۔ استاد جامعہ احمدیہ)

علامات کی درجہ بندی اہمیت کے لحاظ سے

(مکرم مقبول احمد صاحب۔ استاذ جامعہ احمدیہ۔ ربوہ)

احمدیہ ہومیوپیتھک ایسوسی ایشن ربوہ کے اجلاس میں 25 دسمبر 1998ء کو پڑھا گیا۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہومیوپیتھک کلاس نمبر 35 میں فرماتے ہیں:۔

"جتنی دوائیں آپ MIX کرنا شروع کریں اتنا ہی مرض سے واضح طور پر نپٹنے کی صلاحیت میں کمی آتی ہے۔ اور ملتی جلتی دوائیں مل کر اپنا Effect بڑھاتی نہیں بلکہ آپ کے Failure کو صرف Cover کرتی ہیں۔ اس بات کو خوب ہومیوپیتھ کو سمجھ لینا چاہئے۔ جو لوگ چھٹا مارتے ہیں وہ یہ فائدہ نہیں دیتا کہ سارے مل کر سارے Effects کر بڑھا دیں گے 'جو اثرات ہیں ان میں غیر معمولی برکت پیدا ہوگی' غیر معمولی شدت پیدا ہو جائے گی۔ بلکہ اثرات کی قربانی دینا پڑتی ہے۔ ان کو اپنی ناکامی پر پردہ ڈالنے کے لئے یا اپنے وقت کی کمی سے مجبور ہو کر' جب وہ یہ کام کر نہیں سکتے کہ ہر مریض کے لئے اس کی خصوصی دوا کو تلاش کریں تو پھر چھٹا استعمال کیا جاتا ہے۔ ملتی جلتی دوائیں کہ شاید یہ دوا کام کرے' شاید یہ دوا فائدہ دے پانچ دس دواؤں کو ملا کر چھٹا مارا یا اب جو Single bullet کا Effect ہے وہ چھروں کا Effect نہیں۔ جب چھٹا مارتے ہیں تو ہر دوا یا بعض آپس میں ایک دوسری کو Antidote بھی کر رہی ہوتی ہیں ملتی جلتی ہونے کی وجہ سے۔ اس لئے یا تو عمومی اثر کو کم کر دیتی ہے یا ایک نیا اثر پیدا کر دیتی ہے جس کو resultant effect کہتے ہیں۔ اور جس غرض سے یہ استعمال کی تھی بعینہ وہ نتیجہ ہاتھ میں نہیں آتا۔ لیکن بالعموم یہ ہے کہ کچھ نہ کچھ مرض سنبھل جاتی ہے۔ کچھ نہ کچھ فائدہ دکھائی دیتا ہے۔

This is not right Homoeopathy

اصل Homoeopathy یہ ہے یعنی اکیلی دوا والی' باوجود اس کے کہ میں بھی چھٹا استعمال کرتا ہوں لیکن بڑے لمبے تجربہ کے بعد چند دواؤں کے آپس میں ملانے کا میں نے جو اثر دیکھا کہ کوئی نقصان نہیں ہے بلکہ فائدہ ہے اور محض وقت کی مجبوری سے میں Combination دیتا ہوں"۔

اب حضور کے اس ارشاد سے تو واضح ہو گیا کہ حضور Right Homoeopathy یعنی Single remedy practice والی ہومیوپیتھی کو صحیح قرار دے رہے ہیں۔ اور اب اگر کسی کو وقت کی مجبوری نہ ہو اور پروفیشنل ہومیوپیتھس کے پاس یہ عذر تو ہو ہی نہیں سکتا تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سینکڑوں دواؤں میں سے ایک دوا آخر کیسے ڈھونڈیں گے۔ کونسی علامت چھوڑیں گے اور کس علامت کو اہمیت دیں گے۔ الحمد للہ ہومیوپیتھی ایک باقاعدہ سائنس بھی ہے اور اس کے باقاعدہ قوانین ہیں جن پر چل کر ہم ایک درست دوا بفضل تعالیٰ ڈھونڈ سکتے ہیں مثلاً آپ کے کلینک میں ایک مریض آتا ہے وہ آپ کو پچاس کے قریب اپنی علامات بتاتا ہے۔ آپ اس کی علامات احتیاط سے نوٹ کر کے میٹریا میڈیکا کنسلٹ کرنا شروع کر دیتے ہیں' اس کی دس علامات ایک دوائی میں ملتی ہیں۔ تین دوسری میں' پانچ تیسری میں بیس کسی اور میں اور باقی کچھ اور میں' تو اب آپ اس کو کون سی دوائی دیں گے۔ کیا ساری ملا کر؟ جی نہیں۔ صرف ایک مریض میں پائی جانے والی علامات کی اہمیت کے لحاظ سے درجہ بندی واضح ہونی

چاہئے۔ ایک مرتبہ ایک ڈاکٹر ہومیو پیتھی پڑھا رہے تھے۔ انہوں نے حاضرین سے کہا "سٹوڈنٹس کو میٹریا میڈیکا پڑھنا نہیں آتا۔ مثلاً اس کلاس میں سے مجھے کون Sepia دوائی کی اہم ترین علامت بتائے گا۔ کچھ طالب علم کہنے لگے کہ Sepia کا خاصہ سردرد' کسی نے کہا سیپیا کا خاصہ ایگزیما۔ کسی نے کچھ کہا' کسی نے کچھ اور کہا۔ ایک پرانے طالب علم کو جواب دینے کیلئے کہا گیا تو انہوں نے درست جواب دیتے ہوئے کہا کہ سیپیا کی اہم ترین علامت مریضہ میں خاوند اور بچوں سے محبت ختم ہو جانا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ دیکھیں۔ اب سیپیا دوائی تو سب نے پڑھی ہوئی تھی۔ لیکن کسی کے نزدیک اہم ترین علامت کچھ تھی اور دوسرے کے نزدیک کوئی اور غرض پہلے میٹریا میڈیکا پڑھنے کا درست طریق آنا چاہئے۔ دوسرے لفظوں میں ایک مریض میں پائی جانے والی علامات کی اہمیت کے لحاظ سے درجہ بندی واضح ہونی چاہئے"۔

گذشتہ ہومیوپیتھ اساتذہ میں سے موجودہ حضور ایدہ اللہ کا پسندیدہ ترین ہومیوپیتھ جس کا ذکر حضور بارہا اپنے ہومیو پیتھی کلاسوں میں فرما چکے ہیں وہ ڈاکٹر جیمز ٹائلر کینٹ ہے جو اس صدی کے شروع میں فوت ہوا ساری عمر ایک مریض کے لئے ایک دوا دیتا رہا۔ اور حضور کا پسندیدہ ترین میٹریا میڈیکا بھی کینٹ کا ہی ہے۔ اس ڈاکٹر کے متعلق حضور فرماتے ہیں کہ ہومیو پیتھی کے علم میں جس قدر قطعیت ممکن ہے وہ کینٹ میں ہے۔ علامات کی درجہ بندی ان کی اہمیت کے لحاظ سے جو ہومیو پیتھی کی پہلی اور بنیادی کتاب "آرگینن آف میڈیسن بائی ڈاکٹر سیموئیل کو ہسچن ہانمن" میں درج ہے' کی بہترین تشریح کینٹ نے اپنے لیکچرز آن ہومیو پیتھک فلاسفی میں درج کی اس کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

اس درجہ بندی میں پہلے نمبر پر وہ علامات ہیں جن کا تعلق پسند و ناپسند سے ہو یا جو مریض کی خواہش یا اس کی بعض اشیاء سے نفرت کے بارے میں ہوں۔ مثلاً لوگوں میں بیٹھنے کا خوف یا تنہائی کا خوف۔ اندھیرے کا خوف' تنگ جگہوں کا خوف' موت کا خوف یا بے حد غصہ آنا یا بے چینی۔ اپنے عزیزوں دوستوں سے محبت کا ختم ہو جانا۔ غم' ڈپریشن وغیرہ غرض روح کی تمام ایسی کیفیات جن میں اعتدال سے ہٹ کر کوئی بات ہو وہ تمام علامات اس درجہ میں پائی جاتی ہیں۔ ایک خطرہ کی حالت میں مناسب حد تک خوف محسوس کرنا ایک نارمل بات ہے۔ لیکن یہ خوف نارمل سے بہت بڑھ جائے یا بہت کم ہو جائے تو یہ Abnormality ہوگی جو کسی ہومیوپیتھک دوا کی طرف نشاندہی کرے گی۔ مثلاً ایک مریضہ ہیں اپنے خاوند اور بچوں سے محبت یکسر ختم ہو جاتی ہے۔ تو یہ اسی درجہ کی علامت ہے۔ اب اس مریضہ کی یہ ایک علامت Sepia میں اتنی ہی نمایاں پائی جاتی ہے۔ اب اسی مریضہ کی پچاس اور علامات اور دوائیوں میں پائی جائیں تو ہم وہ تمام دوائیں چھوڑ کر Sepia ہی دیں گے۔

دوسرے نمبر پر وہ علامات ہیں جو عقلی خرابیوں سے متعلق ہیں ان میں جذبات سے تعلق رکھنے والی علامات شامل نہیں۔ مثلاً ایک مریض آپ کے کلینک میں آکر کہتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب میں اچھا بھلا تھا کچھ عرصہ سے آسان سا حساب کا سوال بھی حل نہیں کر سکتا مثلاً سولہ میں انیس جمع کرنا ہوں تو سوچ سوچ کر تھک جاتا ہوں لیکن جمع نہیں کر پاتا۔ اب اس مریض میں جذبات کا حصہ بالکل نارمل ہے صرف ذہن کا منطقی حصہ یعنی سمجھ متاثر ہوئی ہے نہ کہ جذبات۔ علامات کا درجہ اس کے بعد آنے والے سب درجات سے اہم اور بلند ہے۔ سوائے اوپر ذکر کئے گئے جذبات والے درجہ سے۔ اس سمجھ والے درجہ کا مقام جذبات والے درجہ سے نیچے ہے لیکن ایک مریض میں اس سمجھ والے درجہ کی خرابیاں نظر آئیں یعنی Intellectuality یا Rationality کی خرابیاں اور ایسا مریض آپ کے کلینک میں آکر کہتا ہے ڈاکٹر صاحب پتا نہیں کیا ہوگیا ہے۔ میں حساب کا آسان سا سوال بھی حل نہیں کر پاتا۔ یا کہتا ہے ڈاکٹر صاحب میں

پورا صفحہ پڑھ جاتا ہوں لیکن بالکل سمجھ نہیں آ رہی ہوتی یا یہ کہے کہ کسی چیز پر توجہ مرکوز نہیں کر سکتا اور اس کی یہ علامت ایک دوائی میں پائی جاتی ہو اور چاہے پچاس دیگر علامات کسی اور دوائی میں پائی جاتی ہوں تو ہم وہی ایک دوائی دیں گے جس میں یہ سمجھ کی خرابی والی وہ علامت ہے اور باقی پچاس علامتوں والی دوا بھی چھوڑ دیں گے۔

سوم وہ علامات ہیں جن کا تعلق انسان کے حافظے سے ہو مثلاً قریب کی باتیں یاد رہنا لیکن پرانی باتیں بھول جانا یا اس کے الٹ ماضی کی باتیں یاد رہنا اور کچھ دیر پہلے کی باتیں بھول جانا یا باقی حافظہ ٹھیک ہونا صرف لوگوں کے نام بھول جانا یا گھر کا رستہ بھول جانا وغیرہ وغیرہ یہ سب حافظے کی کمزوری کی مختلف قسمیں ہیں۔

یہ بہت اہم علامتیں ہیں کیونکہ یہ ذہن سے تعلق رکھتی ہیں، لیکن ان کا درجہ اہمیت کے لحاظ سے تیسرے نمبر پر ہے۔ پہلے نمبر پر وہ ذہنی علامات ہیں جو جذبات اور احساسات سے تعلق رکھتی ہیں دوسرے نمبر پر وہ ذہنی علامات ہیں جو سمجھ سے متعلقہ ہیں اور تیسرے نمبر پر یہ حافظے سے متعلق علامات ہیں۔ لیکن ان کا درجہ بھی نیچے آنی والی تمام علامات سے اہم ہے۔

چہارم وہ علامات ہیں جو عمومی طور پر تمام انسان پر پھیلی ہوئی ہوں۔ تمام جسم، خون اور جسم کے باقی مادوں کی علامات بھی اس درجہ میں شامل ہیں۔ علاوہ ازیں علامات کی کمی بیشی کے عوامل یعنی Modalities بھی اس میں شامل ہیں۔ اس درجہ میں آپ تمام جسم پر محیط علامات دیکھیں گے لیکن جذبات سے متعلق کوئی علامت اس میں شامل نہیں ہے۔ اور ہاں احساسات سے متعلقہ جو علامات آپ اس درجہ میں دیکھیں گے ان کا تعلق انسان کے جسم سے ہے نہ کہ ذہن سے مثلاً سارا بدن دکھتا ہوا محسوس ہونا یا سن محسوس ہونا یا سارا جسم گرم محسوس ہونا یا ٹھنڈا محسوس ہونا یہ تمام جنرل علامات ہیں جو کہ جسم سے تعلق رکھتی ہیں۔ نیز خون اور دیگر مادوں مثلاً Lymphatic glands سے متعلقہ علامات بھی اس درجہ میں شامل ہیں۔ کیونکہ وہ تمام جسم کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اکثر مبتدی ہومیو پیتھ Modalities یعنی کمی بیشی کے عوامل اور علامات میں فرق نہیں کر پاتے۔ اور اس سے انہیں بہت سی مشکلات درپیش آتی ہیں۔ مثلاً جسم کا سن ہو جانا ایک علامت ہے اور چلنے پھرنے سے آرام آنا یا لیٹنے سے بڑھ جانا وغیرہ یہ Modalities ہیں۔ علامات نہیں۔ یہ عوامل علامات کی شدت کو کم یا زیادہ کر رہے ہیں۔ شروع میں بہت سے ہومیو پیتھ ایک مریض کی Modality کو کسی دوائی کی علامت سمجھ لیتے ہیں یا اس کے برعکس ایک مریض کی علامت کو کسی دوائی کی Modality سے Confuse کر دیتے ہیں۔ اس چوتھے درجہ میں جسم کی عمومی یعنی General علامات کے ساتھ ساتھ ان کی Modalities بھی شامل ہیں۔ غرض اس چوتھے درجہ میں تمام جسم پر محیط علامات تو شامل ہیں لیکن ان میں کوئی ذہنی علامت شامل نہیں۔ چوتھے درجہ میں شامل علامات آئندہ ذکر کی جانے والی تمام علامات سے اہم ہیں لیکن ان کا درجہ تمام ذہنی علامات کے بعد ہے۔ دوسرے لفظوں میں جسمانی علامات کتنی بھی اہم ہوں ان کا درجہ ذہنی علامات کے بعد ہے۔

پنجم وہ علامات ہیں جو سارے جسم پر تو حاوی نہ ہوں ہاں جن کا تعلق جسم کے بعض حصوں سے ہو۔ مثلاً مریض صرف ہاتھ میں درد کی شکایت کرتا ہے یا معدہ میں ٹھنڈک وغیرہ کا احساس بیان کرتا ہے یا صرف آنکھ یا صرف کان وغیرہ کی تکلیف بتاتا ہے تو یہ سارے اعضاء مریض کا حصہ تو ہیں لیکن مریض کا ان کے علاوہ ایک اپنا وجود ہے۔ یہ تمام مریض کی نمائندگی نہیں کرتے۔ مثلاً ایک مریض کلینک میں آکر بتاتا ہے کہ اس کے ہاتھ میں حرکت سے درد ہوتا ہے اب ایک مبتدی کا ذہن فوراً Bryonia کی طرف جائے گا کہ اس دوا میں حرکت سے تکلیف بڑھتی ہے حالانکہ ممکن ہے کہ اس مریض کو بذات خود مجموعی طور پر حرکت سے آرام اور راحت ملتی ہو۔ تو ہم مریض

کی مجموعی کیفیت یعنی اس کی جنرل علامات کو صرف ہاتھ تک محدود علامات پر فوقیت اور ترجیح دیں گے۔ کیونکہ شفا کا عمل مرکز سے سرحدوں تک جاتا ہے نہ کہ اس کے الٹ۔ تو پنجم وہ علامات ہیں جو سارے جسم پر تو حاوی نہ ہوں ہاں جن کا تعلق جسم کے بعض حصوں سے ہو ان کی مزید درجہ بندی میں ان متاثرہ حصوں سے نکلنے والے مختلف مادوں کی علامات کو پہلا درجہ حاصل ہوگا اور پھر ان کے بعد اس جگہ کی علامات میں کمی بیشی کے عوامل کا درجہ ہوگا۔

پھر ان علامات میں عجیب اور نایاب علامات ہیں۔ جو پورے جسم میں بھی ہو سکتی ہیں اور جسم کے صرف کسی ایک حصہ میں بھی ہو سکتی ہیں اور تجربہ کار معالجین جانتے ہیں کہ وہ صحیح دوا کی طرف فوری راہ نمائی کر سکتی ہیں اس لئے ان کی بہت اہمیت ہے لیکن اگر یہ راہ نما علامات (Keynotes) جس دوائی کی طرف اشارہ کریں اور اس دوائی کی عمومی علامات مریض کی عمومی علامات کے مخالف ہوں تو ایسی صورت میں ہم ایک عجیب و غریب راہ نما علامت کو مریض کی عمومی علامات پر قربان کر دیں گے اور ایسی دوا ڈھونڈھیں گے جس میں وہ عمومی علامات پائی جائیں جو عمومی علامات مریض میں موجود ہیں۔ مثلاً ایک مریض یہ علامت بیان کرتا ہے کہ اسے محسوس ہوتا ہے کہ جیسے اس کی ناف دھاگے سے پیچھے کمر کی طرف کھینچ رہی ہے اب سب یہ جانتے ہیں کہ یہ ایک عجیب اور نایاب علامت Plumbum Met یعنی سیسے میں پائی جاتی ہے۔ اگر مریض کی جنرل علامات جن کی تفصیل اوپر آ چکی ہے۔ Plumbum-Met کی جنرل علامات کے مخالف ہوں تو ہم اس ناف والی اہم Keynote علامت کو چھوڑ دیں گے اور مریض کی جنرل علامتوں سے مطابقت رکھنے والی دوا تلاش کریں گے۔

اب ہم اس مضمون کے دوسرے حصہ کی طرف آتے ہیں جس کا تعلق Case Taking کے فن سے ہے۔ کمبینیشن Combinations اس بنیاد پر دیئے جاتے ہیں کہ ان میں شامل مختلف دوائیں پچھلے تجربوں میں ایک خاص بیماری میں مفید دیکھی گئی ہیں۔ لیکن فرض کریں کہ ایک Combination میں مریض کی دوائی نہیں ہے تو پھر ہم کیا کریں گے اور یہ ہمارا روزہ مرہ کا مشاہدہ ہے کہ Combinations کبھی کام کرتے ہیں کبھی نہیں۔ حضور فرماتے ہیں:-

"کالک (Colic) کے نسخہ میں نکس وامیکا موجود ہے۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ پورے نسخہ سے فائدہ نہیں ہوا لیکن اکیلی نکس وامیکا کی ایک خوراک دی۔ اس نے حیرت انگیز فائدہ دکھایا"۔ (ہومیوپیتھی علاج بالمثل زیر دوا آرنیکا)

اب ایسی صورت میں تمام ہومیوپیتھ بیک زبان کہیں گے کہ پھر ہم مریض کی علامات کے مطابق ایک موزوں ترین دوائی ڈھونڈیں گے۔ بالکل صحیح' لیکن مریض کی ایک درست دوائی ڈھونڈھنا ایک لمبی ریاضت کو چاہتا ہے۔ وہ صلاحیتیں آہستہ آہستہ ماند پڑ جاتی ہیں جن کو ایک لمبا عرصہ استعمال نہ کیا جائے۔ وہ تیز نگاہ جس سے مریض کی علامات ڈھونڈھی جاتی ہیں وہ گہری نظر جس سے مطابقت رکھنے والی موزوں ترین دوائی تلاش کی جاتی ہے وہ رفتہ رفتہ کند ہوتی جاتی ہے۔ اگر ذہن میں صرف بیماریوں کے نام پر چند نسخے ہی موجود ہوں تو یہ مبتدیوں کے سلسلہ میں تو ایک قابل قبول بات ہے کہ وہ ہومیوپیتھی کے نہایت باریک مضامین کو چھوڑ کر Combinations بوقت ضرورت گھر میں استعمال کرلیں اور حضور ایدہ اللہ نے جو مختلف نسخے دنیا کو بتائے ہیں ان میں بھی حضور ایدہ اللہ کا یہی منشاء ہے کہ گھر کی عورتیں بچے اور دیگر مبتدی حضرات فوری فائدہ حاصل کر سکیں اور اس بات نے الحمدللہ ہومیوپیتھی کو عام کرنے میں بہت بڑا کردار ادا کیا ہے۔ لیکن کیا ایک اچھے پروفیشنل ہومیوپیتھ کے پاس کوئی عذر ہے کہ وہ اپنے مریضوں کی سچی ہمدردی میں ان کے لئے کچھ وقت نکال کر ہر علامت پر غور کر کے ان کے لئے موزوں ترین دوائی تلاش نہ کریں؟ جو اس کو

فوری کامل اور بغیر کسی سائیڈ ایفکٹس (Side Effects) کے شفا دے سکے۔ اس مسلسل مشق سے ایک اچھا پروفیشنل ہومیوپیتھ خدا تعالیٰ کے فضل سے وہ صلاحیت حاصل کر لیتا ہے کہ جس سے' قطع نظر مریض کی بیماری کے نام کے' وہ مریض کی علامات کے مطابق باسانی درست دوا تلاش کر لیتا ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ دوائیاں تو تفصیل سے میٹریا میڈیکا میں درج ہوتی ہیں لیکن مریض سے مطلوبہ علامات اخذ کرنا جوئے شیر لانے کے برابر ہے۔ مثلاً ایک مبتدی بھی کتاب میں سیپیا پڑھ کر یہ علامت ذہن میں محفوظ رکھ سکتا ہے۔ کہ سیپیا کی مریضہ میں بلاوجہ خاوند اور بچوں کی محبت غائب ہو جاتی ہے لیکن کون سی مریضہ ہمارے معاشرہ میں آپ کو کلینک میں آ کر یہ خوشی خوشی خبر سنائے گی کہ "جی ڈاکٹر صاحب میری اپنے خاوند اور بچوں سے محبت ختم ہو گئی ہے" غرض ہومیوپیتھی ایک سائنس بھی ہے اور آرٹ بھی ہے۔ اس کے قوانین اور اصول اٹل سائنسی حقیقت ہیں۔ لیکن Case Taking یعنی مریضوں کی درست علامات لینا ایک فن ہے۔

اس دنیا میں ہر شخص دوسرے سے مختلف ہے۔ ہر شخص کی اپنی ایک علیحدہ شخصیت ہے۔ اس کی اپنی ایک دنیا ہے اس کے مسائل جدا اور بحیثیت مریض وہ ہماری انفرادی توجہ چاہتا ہے۔ ایک مریض کوئی مشین نہیں کہ جو بگڑ گئی تو بس چند کل پرزے مرمت کر لئے بلکہ مریض میں موجود ایک روح ہے جو ایک حساس دل رکھتی ہے۔ ہومیوپیتھی کی عظمت اور دوسرے طریقہ ہائے علاج پر برتری اس وجہ سے بھی ہے کہ واحد یہی طریقہ علاج ہے جو انسان کی حساس روح کے وجود کو تسلیم کرتا ہے اور انسان کی باریک نفسیاتی بیماریوں تک بھی اس کو دسترس حاصل ہے۔ یعنی بالفرض کوئی مریض آپ کے کلینک پیشاب کی تکلیف لے کر آتا ہے اور یہ تکلیف اس کی کسی گہری نفسیاتی الجھن کی وجہ سے ہے تو کیا آپ اس کی پیشاب کی شکایت دور کرنے کی حد تک ہی رہیں گے۔ اگر آپ ایسا کر بھی لیں گے تو وہ بنیادی نفسیاتی بیماری کہیں کسی اور رنگ میں ظاہر ہو جائے گی۔ مسلسل Combination پریکٹس کرنے سے ایک ہومیوپیتھ کا ذہن ہرگز ہرگز اس پیشاب کی تکلیف کے پیچھے کسی گہری نفسیاتی بیماری کی علامات ڈھونڈنے کا عادی نہیں رہتا۔ وگرنہ شاید وہ اس نفسیاتی تکلیف کی چند دوائیں ملا کر دینے سے مریض کو کچھ تھوڑا بہت فائدہ پہنچا دیتا۔

خاکسار نے بھی ایک عرصہ Combination پریکٹس کی ہے اب اس میں مشکل یہ تھی کہ مریض کے دوسرے وزٹ پر علامات میں جو تبدیلیاں ظاہر ہوتیں وہ کسی بھی دوائی کی طرف راہ نمائی کرنے سے قاصر رہتیں کچھ پتا نہ چلتا کہ اب کیا کیا جائے۔ مثلاً دو یا تین دواؤں میں سے کون سی دوا ان نئی علامتوں کا باعث بنی اور اب یہ علامتوں میں ہلکی سی تبدیلی کس دوا کو طلب کرتی ہے کچھ پتہ نہ چلتا۔ یہاں ایک مرتبہ پھر حضور ایدہ اللہ کا اقتباس جو شروع میں دیا گیا ہے' دوبارہ پڑھیئے۔ اور ذہن نشین کر لیجئے کہ حضور ایدہ اللہ کے مطابق Combination ایک استثنائی صورت ہے۔

حضور ایدہ اللہ کے مطابق Combination ایک استثنائی صورت ہے نہ کہ اکیلی دوا دینا۔

ہومیوپیتھی ایک ایسی چیز ہے کہ ایک ایسا شخص جس نے آج ہی اس کا نام سنا ہو اور آج ہی وہ چند دوائیں سن کر استعمال کرنا شروع کر دے تو کچھ نہ کچھ فائدہ حاصل کرنا شروع کر دے گا۔ اسی طرح تمام ایسے لوگ جو اس کے متعلق کچھ بھی نہ جانتے ہوں وہ ملتی جلتی دوائیں استعمال کر کے تھوڑا بہت فائدہ ضرورت حاصل کر لیتے ہیں لیکن کیا ہومیوپیتھی صرف یہی ہے۔ حضور فرماتے ہیں۔ ایک ہومیوپیتھ کا مقام بہت بلند ہے۔" اس سے مراد ہومیوپیتھی میں اس چھپی ہوئی خاصیت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ جس کو استعمال کر کے ایک ہومیوپیتھ انسانیت کو بہت زیادہ فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ یعنی ایک طرف تو ہومیوپیتھی

سے تھوڑا بہت فائدہ حاصل کرنا ہے اور دوسری طرف ہومیو پیتھی سے آخری ممکنہ حد تک یعنی Maximum فائدہ حاصل کرنا ہے۔ ہومیو پیتھی علم کی تو بنیاد ہی اکیلی اکیلی دوائی کی خاصیتیں سمجھنا اکیلی اکیلی دوا کی شخصیت سمجھنا ہے۔ یہ بات نہ ہوتی تو حضور اپنے میٹریا میڈیکا میں اکیلی اکیلی دوا اتنی تفصیل سے نہ پڑھاتے۔ سیدھی سی بات ہے کہ جب کسی ہومیو پیتھ کو ایک مریض کے لئے ایک مناسب دوا نہیں مل پاتی تو مجبوراً Combination دیتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ شروع میں ایک مریض کے لئے ایک دوا ڈھونڈنا مشکل کام ہے اور ایک طرف علامتوں کا ہجوم ہوتا ہے اور دوسری طرف بہت سی ملتی جلتی علامتوں والی دوائیں لیکن مسلسل کوشش محنت اور دعا سے یہ مشکلات اللہ کے فضل سے آسان ہوتی جاتی ہیں۔ آخر میں دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ہمیں حقیقی احمدی ہومیو پیتھ بنائے اور ہم بہتر رنگ میں انسانیت کی خدمت کرنے والے ہوں۔ آمین

اعلان ولادت

برادرم مکرم مرزا فضل احمد صاحب معاون صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے پہلے بیٹے کے بعد اب بیٹی سے نوازا ہے۔ نومولودہ کا نام حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے شمائلہ فضل احمد رکھا ہے۔ بچی محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب اور صاحبزادی امتہ القدوس صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ پاکستان کی پوتی اور صاحبزادہ مرزا ادریس احمد صاحب اور صاحبزادی عتیقہ فرزانہ صاحبہ کی نواسی ہے۔

ادارہ مبارک باد پیش کرتا ہے اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بچی کو صالحہ، دین کی خادمہ بنائے اور والدین کے لئے قرۃ العین بنے۔ آمین

بقیہ از صفحہ...... 44

اس طرح بہترین اتھلیٹ کا انعام فیصل آباد کے طاہر احمد کو دیا گیا۔ علاقہ جات میں بہترین تعاون کا مظاہرہ کرنے پر علاقہ ملتان، علاقہ گوجرانوالہ اور علاقہ راولپنڈی کو انعامات دیئے گئے۔ ان سپورٹس میں بہترین نمائندگی کی ٹرافی اور مجموعی طور پر اوّل مجلس ربوہ قرار پائی۔ اچھے تعاون کا مظاہرہ کرنے پر مندرجہ ذیل ریفری صاحبان کو بھی اس موقع پر تحائف دیئے گئے۔

کبڈی: مکرم نسیم احمد شمس صاحب، مکرم مغفور احمد قمر صاحب
مکرم طاہر احمد چوہدری صاحب

فٹ بال: مکرم لطف الرحمٰن صاحب

والی بال: مکرم عبدالحق صاحب، مکرم ملک اشرف احمد صاحب

باسکٹ بال: مکرم سراج الحق قریشی صاحب، مکرم محمد ارشد صاحب، مکرم ضمیر احمد صاحب، مکرم سید خلیل احمد صاحب، مکرم محمد حسین واہلہ صاحب، مکرم حافظ برھان محمد صاحب، مکرم وسیم احمد امتیاز صاحب، مکرم کرامت اللہ دانیال صاحب، مکرم جبار خان صاحب، مکرم نعیم اقبال صاحب

آخر پر خاکسار جہاں اللہ تعالیٰ کے بے پایاں فضلوں کا ذکر جذبات تشکر اور اُس کے حضور عجز و نیاز سے کرتا ہے جس کے فضل سے یہ سارے پروگرام بخیر و خوبی انجام پائے۔ وہاں قائدین علاقہ و اضلاع اور اُنکے نمائندوں کا ممنون ہے جن کا مثالی تعاون ہمیں حاصل رہا۔ نیز اس سلسلہ میں کام کرنے والی انتظامیہ ان کے نائبین و معاونین کا تہ دل سے شکر گزار ہیں جنہوں نے پُوری مستعدی سے اپنی ذمہ داری کو احسن رنگ میں ادا کیا۔ جزاکم اللہ احسن الجزا

قادر الکلام، کہنہ مشق شاعر سلیم شاہجہانپوری صاحب کے مجموعۂ کلام

شکستِ یاس ــــ کا تعارف

(مکرم شاہد منصور صاحب۔ کراچی)

"شکست یاس" محترم سلیم شاہجہانپوری صاحب کا چوتھا مجموعہ کلام ہے جو تمام و کمال غزلیات پر مشتمل ہے۔ سلیم صاحب ایک نازک خیال قادر الکلام کہنہ مشق شاعر ہیں۔ جن کا شمار اساتذہ میں ہوتا ہے۔ وہ ایک وقیع و وسیع ادبی پس منظر کے حامل ہیں جن کی خود اپنی عمر عزیز نہ صرف یہ کہ شعرو ادب کی آبیاری کرتے گزری ہے بلکہ ان کے اساتذہ اعتبار الملک حضرت دل شاہجہانپوری اور حضرت مختار شاہجہانپوری جیسی شہرہ آفاق اور نابغہ روزگار ہستیاں میدان ادب میں محتاج تعارف نہیں اور سلیم صاحب کے دادا استاد امیر مینائی کے بارے میں تو کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھلانے کے مترادف ہے۔ یہ ایک عظیم سلسلہ الذھب ہے۔ جو امیر مینائی بلکہ ان کے استاد امیر لکھنوی سے شروع ہوتا ہے اور جس زنجیر کی آخری کڑی سلیم شاہجہانپوری ہیں۔

سلیم صاحب اگرچہ جملہ اصناف سخن پر قادر اور حاوی ہیں لیکن زیر نظر مجموعہ "شکست یاس" چونکہ صرف غزلوں پر مشتمل ہے۔ اس لئے ان کے کلام پر صرف ایک عظیم غزل گو کی حیثیت سے خامہ فرسائی کی کوشش کروں گا۔ غزل اگرچہ ایک بہت نازک صنف سخن ہے مگر اس کے ساتھ ہی وہ ایک بہت ہی طاقتور ذریعہ اظہار خیال بھی ہے جو اپنے دامن میں دنیا جہان کے موضوعات کو سمیٹنے کی قدرت رکھتا ہے۔ غزلیں یا غزلوں جیسی شاعری دنیا کی بہت سی دیگر زبانوں میں بھی کی جاتی ہے مگر ان کا موضوع سخن محدود ہے۔ اس لحاظ سے اردو غزل ساری دنیا کی شاعری میں ممتاز اور منفرد صنف سخن ہے جو حیات و کائنات، بقا و فنا، انفس و آفاق، غم جاناں اور غم روزگار کے وسیع ترین مضامین کو محض دو مصرعوں میں سمیٹ لینے پر قادر ہے۔ جس کی گہرائی اور گیرائی لامحدود سمندر کی طرح ہے اور سلیم شاہجہانپوری صاحب اسی سمندر کے ممتاز شناور ہیں۔

سلیم صاحب اپنی شاعری میں محض حسن و رنگ ہی نہیں دکھاتے۔ وہ زندگی کی تلخ اور حوصلہ شکن حقیقتوں سے آنکھیں نہیں چراتے بلکہ ان کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے کی سرشت رکھتے ہیں اسی لئے ان کے کلام میں کہیں فراریت کا رجحان نہیں ملتا۔ وہ اپنے خدا پر کامل بھروسہ کرتے ہیں اسی لئے کبھی مایوس نہیں ہوتے خواہ کتنے ہی نامساعد حالات کیوں نہ ہوں۔ غالباً اسی لئے انہوں نے اپنے مجموعے کا نام "شکست یاس" رکھا ہے جو اسم بامسمیٰ بھی ہے اور اپنے خدا اور اپنی ذات پر اعتماد کا اظہار بھی ہے۔ سلیم صاحب کا کلام ظاہر کرتا ہے کہ وہ ایک بے حد وسیع المطالعہ دانش ور ہیں اسی لئے ان کا ذہنی افق بے حد وسیع اور بین الاقوامی گہرائی و گیرائی سے بہرہ مند ہے۔ وہ نسل انسانی کو عظیم کلاسیکی شاعروں کی طرح خانوں میں نہیں بانٹتے اسی لئے ان کا ذہن قومی عصبیت، وطنی کوتاہ دامنی اور مذہبی منافرت کی آہنی زنجیروں میں مقید نہیں ہے۔ ان کا شعر دنیا کے کسی خطے میں پڑھا جائے وہ وہاں کے ماحول میں کسی اجنبیت کو جنم نہیں دیتا۔

چونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے سراپا رحمت رسول ﷺ کے سچے پیروکار ہیں اس لئے سلیم صاحب کے سخن کدے میں انسان اور انسانیت کی بقا اور سربلندی کا عظیم آبشار بہتا نظر آتا ہے اور پڑھنے والے کی روح کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے۔ ان کی شاعری زندہ اور متحرک شاعری ہے جو اپنے قاری کو انفعالیت نہیں بخشتی بلکہ معاشرے کی خامیوں کا احساس و ادراک دلاتے ہوئے اسے فعال بناتی ہے۔ یہی وہ عرفان ذات ہے جو سلیم صاحب کی شاعری کو انسانیت کا ضمیر بنا دیتی ہے۔

سلیم شاہجہانپوری صاحب اگرچہ اپنے عظیم پس منظر کی وجہ سے بظاہر ایک روائتی غزل گو دکھائی دیتے ہیں مگر ان کی غزلوں کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ امر صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ وہ دور جدید کے تقاضوں سے بھی پوری طرح ہم آہنگ ہیں۔ اس طرح ان کے مے خانہ سخن میں قدیم و جدید کا وہ خوبصورت اور دلکش امتزاج پیدا ہو گیا ہے جس کا تعلق زندگی کی رنگینی سے بھی ہے اور سنگینی سے بھی اور جو کڑی کمان کے تیر کی طرح سیدھا دل میں ترازو ہوتا ہے۔ سلیم صاحب کی غزلیں طلسم خیال کی بھی آئینہ دار ہیں اور ظلم احساس کی بھی۔ مگر یہ طلسمات محض ذہنی اور خیالی نہیں ہیں بلکہ پڑھنے والے کو زندگی کی حقیقتوں سے قریب تر لاکر اس میں زندگی کا احساس پیدا کرتے ہیں۔ اسی لئے سلیم صاحب کی غزلوں میں ایک عجیب توانائی لطافت حسن اور تاثیر کا امتزاج ملتا ہے۔ ان کے انداز تغزل کو دیکھیں تو ایک عجیب جہان معنی کھلتا دکھائی دیتا ہے۔

مثال آئینہ حیراں ہے اپنی صورت پر
شبیہہ یار کو دل میں اتارنے والا

☆-☆

راز پوشیدہ عیاں کرنے کو تیار نہیں
ورنہ خاموش یہ میرے لب گفتار نہیں

☆-☆

سوزش غم سے کب ملی فرصت
ساز عشرت کا باب کیا لکھتا

☆-☆

دل میں امید کی ہلکی سی کرن
ٹمٹماتا سا دیا ہو جیسے

☆-☆

وہ آئینہ جسے کہتے ہیں عرف عام میں دل
ملا ثبات اسی کی شکستگی سے مجھے

☆-☆

گھر کے جس گوشے میں جاؤں تیری خوشبو آئے
در و دیوار چمک اٹھیں اگر تو آئے

☆-☆

متن ہی متن ہے صحیفہ عشق
عشق میں حاشیے نہیں ہوتے

☆-☆

نہ سہی نامہ اعمال میں نیکی کا نشان
لوح دل پر تو تیرا نام رقم نکلا ہے

☆-☆

ہے تیری یاد ہی سرمایہ دل
تیرا غم ہے تو کوئی غم نہیں ہے

☆-☆

زندگی کتنی خوبصورت ہے
زلف گیتی سنوار کر دیکھو

دل میں کھب جانے والا طرز اردو غزل کی پرانی روایت ہے۔ سلیم صاحب کی غزلوں میں یہ روایت بھی بڑے خوبصورت اور دل نشین انداز میں ملتی ہے مگر اس کا زخم خنجر کا نہیں بلکہ نشتر کا ہوتا ہے جس کی دھیمی دھیمی کسک درد کی لذت دوبالا کر دیتی ہے۔

کہیں لگا ہی نہ دے تم پہ فتویٰ تکفیر
چپ کہ مفتی دیں آج سخت تاؤ میں ہے

☆-☆

اس کے معصوم یتیموں کا کیا کس نے خیال
لاش پر بیٹھ گئے اشک بہانے کتنے

☆-☆

ساری دنیا بدل گئی لیکن
آدمی کیوں نہیں بدلتا ہے

☆-☆

سنے تو کیسے سنے کوئی دور کی آواز
صدائے امن بڑے فاصلے سے آئی ہے

☆-☆

گم سم ہے عندلیب چمن بولتی ہوئی
گلشن میں پھر رہی ہے زغن بولتی ہوئی

☆-☆

تم درندوں کی بات کرتے ہو
آدمی میں کوئی کمی ہے ابھی

سلیم صاحب کے کلام کی ایک نمایاں خصوصیت ان کا ذات باری تعالیٰ پر غیر متزلزل اعتماد اور ایمان ہے جو ان کے کلام سے یوں پھوٹ پھوٹ کر نکلتا ہے۔ جیسے سیاہ بادلوں کی اوٹ سے چاندنی وہ اپنے ایمان و ایقان کا اظہار برملا کرتے ہیں اور اس سلسلے میں کسی مصالحت اور اغماض کے قائل نہیں۔

تو ہی معبود ہے تو ہی مسجود
یہی کہتا ہوا سنائی دوں
کون مشکل کشا ہے تیرے سوا
بس ترے نام کی دہائی دوں

☆-☆

حصار ذات سے انساں نکل نہیں سکتا
اگر خدا نہ سنبھالے سنبھل نہیں سکتا

☆-☆

یہ اجالا جو ہر مکاں میں ہے
کون اس تیرہ خاک داں میں ہے

☆-☆

یہی نہیں کہ زمانہ خدا نما دیکھے
خودی میں اس طرح ڈوبوں کہ خود خدا دیکھے

☆-☆

اس کے در سے کوئی کشکول نہ خالی جائے
جھولیاں بھر کے ہی لوٹے جو سوالی جائے

☆-☆

نہ کچھ عجم سے توقع نہ کچھ عرب سے ہے
اگر ہے آسرا کوئی تو اپنے رب سے ہے

نعت رسول مقبول ﷺ اردو ادب کی ایک مستحکم اور ممتاز صنف ہے جس کا (عموماً مروجہ) غزل سے تعلق نہیں مگر سلیم صاحب کا اس ذات ختمی مرتبت ﷺ سے عشق اتنا والہانہ ہے کہ غزل لکھتے لکھتے نعتیہ اشعار اس بے ساختگی سے صادر ہو جاتے ہیں جیسے کوہسار کا سینہ چیر کر چشمہ پھوٹ نکلتا ہے۔

خالی تو نہ جائے گا سلیم آپ کے در سے
اے فخر رسل آپ کی سرکار بڑی ہے

☆-☆

نہ سہی نامہ اعمال میں نیکی کا نشان
لوح دل پر تو ترا نام رقم نکلا ہے

☆-☆

آسرا مجھ کو بھی ہے اس کی شفاعت کا سلیم
بن کے جو ماہ عرب مہر عجم نکلا ہے

☆-☆

قاب قوسین او ادنیٰ کی منزل تک جو جا پہنچے
نوع بشر میں اس عظمت کا بندہ بھی ہو سکتا ہے

سلیم صاحب کی شاعری کی ایک اور نمایاں اور عظیم خصوصیت ان کی انسان دوستی اور حسن اخلاق کی تعلیم ہے بنظر غائر دیکھا جائے تو عقیدہ توحید و رسالت کے بعد انسانی معاشرہ اخلاقیات کی ہی عظیم بنیادوں پر قائم ہے۔ قرآن پاک نے اخلاقیات پر بھی بہت زور دیا ہے۔ اخلاقیات کے سب سے زیادہ ارفع و اعلیٰ مظہر آنحضرت ﷺ ہی ہیں جن کے عظیم الشان مرتبے کو قرآن مجید انک لعلی خلق عظیم کہہ کر ظاہر فرمایا گیا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے اردو شاعری کا دامن اس عظیم جوہر سے بڑی حد تک خالی نظر آتا ہے۔ سلیم صاحب نے اپنی فکری سعی و کوشش سے بڑی حد تک اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ شرک سے لے کر عام اخلاقی برائی کے لئے سلیم صاحب کا لہجہ شمشیر برہنہ نظر آتا ہے اور وہ اس ضمن میں کسی مصالحت پر آمادہ نہیں اور یہ بھی سلیم صاحب کا ایک نمایاں کردار ہے کہ اس فرض عظیم کو ادا کرتے ہوئے وہ واعظ خشک نہیں بنے بلکہ ہر جگہ حسن تغزل کا بھی بدرجہ اتم حق ادا کرتے گئے ہیں۔ بھلا یہ شعر کون بھول سکے گا۔

بات تو جب ہے کہ دنیا ہی بنے نقش ارم
خواب ہی میں فیصلہ ہو خواب کی تعبیر کا

☆-☆

بن گئی تنقید دشمن باعث اصلاح نفس
ہم نے اس انداز سے خود کو کبھی جانچا نہ تھا

ہر ہر قدم پہ راہ میں کھاتا ہے ٹھوکریں
جس شخص کو گھمنڈ کبھی رہبری کا تھا

☆-☆

دشمن انسانیت ہے شعلہ نار حسد
دل کو خاکستر نہ کر ڈالے یہ اخگر دیکھنا

اک ذرا توحید کے مرکز سے ہٹ کر دیکھنا
پوجنے پڑتے ہیں تم کو کتنے پتھر دیکھنا
خدمتیں قربانیاں ایثار حلم و صبر و ضبط
شوق ہو تو ان مراحل سے گزر کر دیکھنا

☆-☆

ہیں رعونت کے پتلے ہر اک موڑ پر کبر و نخوت کے پیکر ہیں ہر راہ میں
آدمی تو ہیں دنیا میں چاروں طرف ایک بھی ان میں لیکن نہ انساں ملا

☆-☆

سلیم صاحب کی شاعری کا ذکر ہو چکا۔ اب چلتے چلتے چند جملے خود ان کی ذات کے بارے میں، سلیم صاحب ان یگانہ روزگار ہستیوں میں سے ہیں جن کے بارے میں جوش مرحوم نے کہا تھا کہ۔

ابھی اگلی شرافت کے نمونے پائے جاتے ہیں

ہم لوگ خوش قسمت ہیں کہ ہم نے سلیم صاحب کو دیکھا اور ان کا کلام ان کی زبان سے سنا۔ ماشاء اللہ ایسی صحبت قسمت والوں کو نصیب ہوتی ہے۔ وہ شاہجہانپور، نواب شاہ اور کراچی جہاں بھی رہے محبوب خلائق رہے۔ ماشاء اللہ پچاسی چھیاسی سال کی عمر ہونے کو آئی مگر اولوالعزمی اور فعالی میں نوجوانوں کو شرماتے ہیں۔ سارا دن مصروف رہتے ہیں۔ شعر و سخن اور مضمون نگاری کا شغل جاری رہتا ہے۔ ساتھ ہی تلامذہ کے کلام کی اصلاح بھی۔ ان کے کئی شاگرد اب صاحب دیوان شاعر ہیں۔ خود سلیم صاحب کے چار دیوان شائع ہو چکے ہیں پھر بھی کئی مجموعے شاعری کے اور مضامین کے کئی مجموعے اور شاعروں کا ایک ضخیم تذکرہ تا حال طباعت کے منتظر ہیں۔ اللہ پاک توفیق بخشے، انہیں سلامت رکھے اور ان کی عمر میں برکت دے۔ آمین۔

لان ٹینس ایک مقبول کھیل

(مکرم عبدالحلیم سحر صاحب افسر امانت تحریک جدید)

انسان کی صحت اور تفریح کے لئے کھیل بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ اس سے جسم کا نظام درست رہتا ہے اور انسان بے شمار بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے اس کے ساتھ ذہنی تفریح سے بھی انسانی رویہ اور صحت پر بہت مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

لان ٹینس ایک پرانا کھیل ہے۔ اس کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے ملتا جلتا ایک کھیل پانچویں صدی عیسوی میں ایران اور مصر میں رائج تھا۔

موجودہ لان ٹینس قدیم ٹینس کی ہی ایک قسم ہے۔ یہ کھیل یورپ میں سولہویں اور سترہویں صدی میں شروع ہوا۔

کہتے ہیں کہ 1767ء میں اس کھیل کی ابتدائی صورت آؤٹ ڈور کھیل کی سی تھی۔ کسی انگریز کمپنی کے جوان ایک ایسا کھیل کھیلتے تھے جسکا نام فیلڈ ٹینس تھا۔ یہ ہفتے میں دوبار اکٹھے ہوتے' دعوت وغیرہ کا باقاعدہ اہتمام کرتے اور یہ کھیل کھیلتے تھے۔

1837ء میں اس کھیل کے متعلق ایک میٹنگ ہوئی اس طرح لوپن ٹینس کا آغاز ہوا۔ لوپن ٹینس کا مطلب ہے کھلی فضا میں ٹینس کھیلنا۔ وہ اسے لانگ ٹینس بھی کہتے تھے۔ شروع میں یہ کھیل بادشاہوں' پادریوں اور امراء میں مقبول ہوا۔ آہستہ آہستہ یہ عوام میں مقبول ہوا۔

1873ء میں میجر والٹر ونگ فیلڈ نے جو خود ایک اچھا کھلاڑی تھا' ایک آؤٹ ڈور کھیل کا آغاز کیا جس میں مردوں کے علاوہ عورتیں بھی شرکت کر سکتی تھیں۔ اس نے ریت کی گھڑی کی شکل کا کورٹ بنایا۔ اس میں دونوں کونوں کے ستونوں پر پانچ فٹ بلندی پر نیٹ کس دیا جاتا۔ 1874ء میں ونگ فیلڈ نے کھیل کو اس کا ذاتی قدیم نام "سفیری سٹائک" دیا اور کورٹ کی لمبائی 26 گز مقرر کر دی اور نیٹ کو درمیان سے 3 فٹ 3 انچ اونچا کر دیا اس طرح کھیل کو کافی مقبولیت حاصل ہوئی۔ 24 مئی 1875ء میں لان ٹینس کو نئی زندگی ملی جب ایم۔ سی۔ سی نے کھیل کے قواعد و ضوابط کی ایک فہرست جاری کی۔ اس وقت سے ربڑ گیند کا رواج ہوا۔

1877ء میں آل انگلینڈ کروکاشٹ اینڈ لان ٹینس کلب نے پہلا ٹورنامنٹ منعقد کروایا۔ جہاں سے کھیل کی ترقی کا رواج ہوا۔ ٹینس کی سکورنگ میں 40,30,15 کا استعمال فرانس سے لیا گیا۔ لفظ Deuce بھی فرانسیسی Poeof ہے جس کا مطلب ہے انڈا یعنی صفر۔

لان ٹینس کی بین الاقوامی نگران تنظیم کا نام انٹرنیشنل لان ٹینس فیڈریشن (ILTF) ہے۔ اس کے ساتھ ممالک کی تنظیموں کا رابطہ رہتا ہے۔ یہ تنظیم کھیل کے قواعد و ضوابط کی ذمہ دار ہے لان ٹینس کے مقابلے دو طرح کے ہوتے ہیں۔

1۔ پیشہ ورانہ   2۔ شوقیہ یا غیر پیشہ ورانہ

پیشہ ورانہ کھیل کا آغاز 1926ء میں ہوا تھا۔ بڑے بڑے انٹرنیشنل مقابلوں کی ذمہ دار بھی ILTF ہے۔ سب سے بڑا پرانا اور مشہور ٹورنامنٹ ڈیوس کپ ہے۔

ڈیوس کپ ناک آؤٹ سسٹم کی بنیاد پر کھیلا جانے والا

لان ٹینس کا ایک بین الاقوامی ٹورنامنٹ ہے۔ اس کا آغاز 1899ء میں اس وقت ہوا جب مشرقی امریکہ کا کھلاڑی ڈوائٹ ڈیوس مغربی امریکہ کے خلاف کھیلا۔ وہ کھیل کے عالمی مقبولیت حاصل کرنے کے امکانات سے اتنا متاثر ہوا کہ اُس نے اپنے باپ کو اس کھیل کے لئے ایک ٹرافی وقف کرنے کا مشورہ دیا۔ وہی ٹرافی بعد میں ڈیوس کپ کہلائی اس کا پہلا میچ 1900ء میں امریکا اور برطانیہ کے درمیان کھیلا گیا جو امریکا نے صفر کے مقابلہ میں تین پوائنٹس سے جیت لیا۔

لان ٹینس کی تاریخ کے بعض دلچسپ واقعات درج ذیل ہیں۔ خواتین کے مقابلوں میں سب سے زیادہ ریلی مسز سیتھرٹ دیٹ اور سگاویلے ریو کے درمیان 1930ء میں انیس منٹ تک جاری رہی اس دوران چار سو پچاس مرتبہ گیند نیٹ کے اوپر سے گزری۔

مردوں کے مقابلوں میں سب سے لمبی ریلی کوئین کلب میں 1920ء میں بی۔ آئی سی نارٹن اور ایف۔جی۔لو کے درمیان ہوئی اس ریلی میں دو سو سٹروک کھیلے گئے۔

ٹینس کی تاریخ کا طویل ترین میچ اگست 1967ء میں کھیلا گیا۔ ڈبلز کے اس میچ میں ڈک لیچ اور ڈک ڈیل نے ٹامی مازر اور لیمی سکالر کو 6 گھنٹے دس منٹ میں ایک سو سینتالیس گیموں کے بعد شکست دی تھی سکور یہ تھا 6-3, 47-49, 20-22 لان ٹینس کی تاریخ کا طویل ترین سیٹ کُل چھیانوے گیموں کا ہوا اس کا سکور 49-47 تھا۔ مختصر ترین وقت میں ہوا جو صحیح کھیلا گیا وہ کُل اٹھارہ منٹ میں مکمل ہوا یہ 1946ء کا واقع ہے۔

مردوں میں پہلی مرتبہ 1914ء میں اور عورتوں میں 1925ء میں ورلڈ ریٹنگ کا اعلان ہوا۔

ٹینس انگلش کھیل ہے یہ انگریزوں کے ساتھ ہندوستان آیا۔ شروع شروع میں یہ کھیل برطانوی فوجی اپنی کمپنیوں میں کھیلا کرتے تھے لان ٹینس ایک مہنگا کھیل ہے۔ انگریزوں کی دیکھا دیکھی انڈیا کے امراء نے بھی یہ کھیل شروع کر دیا اسطرح ہندوستان میں کافی کلبیں بن گئیں۔ آہستہ آہستہ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں بھی یہ کھیل رواج پا گیا۔ اپنی مقبولیت کے باوجود یہ کھیل مخصوص طبقہ تک محدود ہے کیونکہ یہ ایک مہنگا کھیل ہے۔

پاکستان میں پہلی قومی لان ٹینس چیمپئن شپ 1948ء میں منعقد ہوئی۔ جیتنے والے پہلے کھلاڑی افتخار احمد تھے۔

صحیح کھیل کے لئے ہموار سطح زمین بہت اہمیت رکھتی ہے۔ ایک کورٹ کے لئے ایک نیٹ 'دو نیٹ پوسٹ' تین پکرز اور دو کپڑے کے پردے لازمی ہیں۔ پکرز وہ لڑکے کہلاتے ہیں جو گیند کو اُٹھانے کا کام کرتے ہیں۔ دو پکرز کھلاڑیوں کے کورٹوں میں بیس لائن اور پردے کے درمیان کھلاڑیوں کے پیچھے کھڑے ہوتے ہیں ایک پکر کورٹ کے درمیان میں نیٹ پر رہتا ہے۔

ریکٹ :۔ شروع میں لکڑی کے ریکٹ استعمال ہوتے تھے لیکن آجکل ہلکی دھات کے بنے ہوئے ریکٹ زیادہ مقبول ہیں۔ کھیل سے قبل ٹاس عام طور پر ریکٹ گھما کر کیا جاتا ہے۔

ٹینس کورٹ :۔ ڈبلز کی لمبائی سنگلز کورٹ کے مقابلے میں دونوں اطراف سے 4 فٹ 6 انچ (1.37) زیادہ ہوتی ہے۔ ان اضافی لائنوں کو ٹینس کی زبان میں عام طور پر ٹرام لائنز (Tram Lines) کہا جاتا ہے۔ کورٹ کی حدود کی نشان دہی کے لئے چونے یا سفیدی سے لائنیں کھینچی جاتی ہیں اور نیٹ کے اوپر' اطراف میں دو پٹیاں لٹکا دی جاتی ہیں۔

نیٹ :۔ سنگلز کے وقت جال پر سائڈ لائنوں پر کپڑے کے دو فیتے اسطرح لٹکا دیئے جاتے ہیں کہ سائڈ لائینوں پر زمین تک لٹکتے رہیں۔ کپڑے کی ان پٹیوں کی چوڑائی دو یا اڑھائی انچ ہوتی ہے نیٹ کے درمیان کپڑے کی دو انچ پٹی لٹکا کر زمین میں فکس کر دی جاتی ہے۔

گیند :۔ گیند کی بیرونی سطح پر ٹانکے نہیں ہونے چاہئے اور وہ مسطح ہونی چاہئے۔ جس گیند کا اُونی بور زیادہ استعمال کی وجہ سے گھس چکا ہو وہ کھیل کے قابل نہیں رہتی۔ اس کی بیرونی سطح ملائم ہو جاتی ہے جس سے سروس کروانے اور سٹروکس کھیلنے میں دقت پیدا ہوتی ہے۔

ریکٹ :۔ ریکٹ کا انتخاب ہر کھلاڑی کی ذاتی پسند پر ہوتا ہے ۔مرد عام طور پر 13.50 اور 14 اونس کا ریکٹ استعمال کرتے ہیں۔ یہ موزوں ترین وزن ہے۔

عورتیں 13 تا 13.5 اونس کا ریکٹ استعمال کرتی ہیں۔

لباس :۔ ٹینس ایک ایسا کھیل ہے جس میں آزادانہ حرکت اور بہتر کارگردگی کے لئے موزوں لباس نہایت ضروری ہے ۔مرد عام طور پر نیکر اور نصف بازوؤں والی بنیان استعمال کرتے ہیں۔ اس میں شرٹ کا رنگ عموماً سفید ہوتا ہے اور نیکر بھی سفید ہوتی ہے ۔بوٹ اور جرابیں بھی سفید پسند کی جاتی ہیں۔

ہمارے ملک میں خواتین زیادہ تر سفید قمیض اور شلوار استعمال کرتی ہیں۔ اب ٹریک سوٹ کا استعمال کافی مقبول ہو گیا ہے۔

اہم اصول : ہر کھلاڑی اس بات کا پابند ہے کہ اپنے کورٹ میں دو مرتبہ زمین پر لگنے سے پہلے ہی گیند کو کھیل کر حریف کے کورٹ میں واپس پھینک دے ایسے رٹرن کو گُڈ رٹرن کہتے ہیں۔

2۔ ہر وہ گیند جو نیٹ 'پوسٹ' سنٹر سٹریپ یا نیٹ بینڈ کو چھوتا ہوا مخالف کھلاڑی کے کورٹ میں لائنوں کے اندر گرے گُڈ رٹرن ہوتا ہے۔

3۔ اگر گیند نیٹ پوسٹ کے باہر سے نیٹ کے اُوپر والے حصے سے اُونچا یا نیچا گزرتا ہوا کورٹ کی حدود کے اندر گرے تو وہ بھی گُڈ رٹرن ہو گا۔

4۔ اگر سرور سروس کردے اور ریسور گیند کے زمین پر لگ کر اچھلنے سے پہلے ہی وولی (Volley) کرے تو پوائنٹ سروس کرنے والے کا ہو گا۔

5۔ گیند کو ضرب لگاتے ہوئے کھلاڑی کا ریکٹ کسی طور پر دوبارہ گیند سے ٹکرائے تو پوائنٹ مقابل کو مل جائے گا۔

6۔ گیند کھیل میں ہونے کی صورت میں کھلاڑی کے ریکٹ کے علاوہ اس کے جسم یا لباس کو چھوئے تو کھلاڑی پوائنٹ ہار جائیگا۔

7۔ نیٹ کے پار گیند جانے سے پہلے ہی گیند سٹرائیک کرنے کی صورت میں کھلاڑی ہار جائے گا۔

سکورنگ :۔ جو کھلاڑی پوائنٹ حاصل نہ کر سکے تو اس کا سکور لو (Love) کہلائے گا۔ اگر کھلاڑی سنگلز میں یا ڈبلز میں پہلا پوائنٹ جیتنے والا دوسرا پوائنٹ بھی حاصل کر لے تو اسکا سکور 30 ہو جائے گا اور تیسرے پوائنٹ کے حصول پر 40 کہلائے گا۔ چوتھے پوائنٹ کو گیم پوائنٹ کہتے ہیں۔ سروس کرنے والے کا سکور ہمیشہ پہلے پکارا جاتا ہے۔

اگر دونوں کھلاڑیوں کا سکور 40 آل ہو جائے تو سکور ڈیوس ہو گا ایسی صورت میں میچ جیتنے کے لئے کھلاڑی کو لگا تار دو پوائنٹس حاصل کرنے ہوں گے۔

سیٹ :۔ جو کھلاڑی پہلے چھ گیمیں جیت لے وہ سیٹ جیت جائے گا۔ اگر دونوں نے پانچ پانچ گیمیں جیتی ہوں یعنی سکور پانچ گیمز آل ہو جائے تو جیتنے کے لئے دونوں میں سے کسی ایک کھلاڑی کو اپنے مدمقابل سے دو گیموں کی برتری حاصل کرنی ضروری ہے۔

میچ :۔ مردوں کا میچ پانچ اور عورتوں کا تین سیٹوں کا ہوتا ہے۔ عام طور پر میچوں کا فیصلہ بیسٹ آف تھری پر ہوتا ہے۔

ٹینس ایک خوبصورت اور بڑا پیارا کھیل ہے۔ ہر روز TV پر کسی نہ کسی میچ کی جھلکیاں دیکھائی جارہی ہوتی ہیں کسی نہ کسی ملک میں اس کا بین الاقوامی ٹورنامنٹ ہو رہا ہوتا ہے۔

شائقین اسے بڑے شوق سے دیکھتے ہیں اور لطف اندوز ہوتے ہیں ونر اور رنر اپ کو کپ کے علاوہ بڑی بڑی رقمیں دی جاتی ہیں۔

پاکستان میں بھی یہ کھیل مقبول ہو رہا ہے۔ اعصام الحق کی صورت میں پاکستان کو ایک بہترین کھلاڑی دستیاب ہے جس نے بین الاقوامی میدانوں میں پاکستان کا جھنڈا گاڑنا شروع کر دیا ہے ۔اگر صحیح رہنمائی' کوچنگ اور سرپرستی اور اس کھیل اور اعصام الحق کو دی جائے تو کوئی بعید نہیں کر کرکٹ' ہاکی اور سکوائش کی طرح لان ٹینس میں بھی پاکستان کا نام روشن ہو۔

رپورٹ مرکزی سالانہ سپورٹس ۱۹۹۹ء

منعقدہ 19-20-21 فروری

مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

(از مکرم فخر الحق شمس - ناظم رپورٹنگ)

اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے امسال بھی مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کو اپنی نویں سالانہ مرکزی کھیلوں کے انعقاد کی توفیق ملی - الحمد للہ علیٰ ذلک -

یہ کھیلیں آل پاکستان ہوئیں جس کے لئے مجلس خدام الاحمدیہ کے 54 اضلاع کو 9 علاقہ جات میں تقسیم کیا گیا -

قائدین علاقہ کو اپنے علاقہ کا نگران مقرر کیا گیا جن کے ساتھ بعض دیگر قائدین علاقہ بطور ایڈیشنل مقرر کئے گئے - نیز ہر علاقہ کے لئے یونیفارم (Kit) مقرر کی گئی جس کی پابندی ہر ایک کے لئے ضروری قرار دی گئی تفصیل حسب ذیل ہے -

نمبر شمار	نام علاقہ	اضلاع	رنگ یونیفارم
1	لاہور	لاہور' شیخوپورہ' قصور' اوکاڑہ	سفید
2	گوجرانوالہ	گوجرانوالہ ' حافظ آباد' نارووال ' سیالکوٹ	پیلا
3	فیصل آباد	فیصل آباد' ٹوبہ ٹیک سنگھ 'جھنگ	آسمانی
4	سرگودھا	سرگودھا' منڈی بہاؤالدین' گجرات 'خوشاب ' میانوالی ' بھکر	نیلا
5	راولپنڈی	پنڈی' اسلام آباد' اٹک' ہزارہ 'پشاور' مردان' جہلم' چکوال 'کوٹلی' میرپور AK' مظفر آباد	جامنی
6	ملتان	ملتان ' بہاولپور' بہاولنگر' رحیم یار خان ' خانیوال' مظفر گڑھ' ساہیوال' لیہ' ڈی جی خان' راجن پور' وہاڑی'	میرون (گہرا سرخ)
7	حیدر آباد' سکھر 'سانگھڑ	حیدر آباد' سکھر ' سانگھڑ' نواب شاہ ' عمر کوٹ ' میرپور خاص ' لاڑکانہ ' نوشہرو فیروز' خیرپور	سرخ
8	کراچی	کراچی' بدین' ٹھٹھہ' کوئٹہ' بلوچستان	سبز
9	ربوہ	ربوہ	سیاہ

حسب سابق امسال بھی ان کھیلوں کے باقاعدہ آغاز سے کئی ماہ قبل تفصیلی ہدایات پر مشتمل ایک سرکلر جملہ قائدین علاقہ و اضلاع کو بھجوایا گیا - پھر اس کے تتبع میں علاقہ جات کو خطوط لکھے گئے نیز اس دوران سہ ماہی اوّل میں قائدین علاقہ و اضلاع کی منعقدہ میٹنگ میں ان کو اس بارہ میں تفصیلی ہدایات دی گئیں - مرکز میں ان

کھیلوں کے انعقاد اور حسن انتظام کے لئے مرکزی عاملہ پر مشتمل ایک انتظامیہ تشکیل دی گئی۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

انتظامیہ سپورٹس ۱۹۹۹ء

ناظم اعلیٰ : مکرم شبیر احمد ثاقب صاحب
نائب ناظم اعلیٰ : مکرم امین الرحمان صاحب
ناظم رابطہ : مکرم حافظ عبد الاعلیٰ صاحب
ناظم رجسٹریشن : مکرم سید مبشر احمد ایاز صاحب
ناظم رہائش و روشنی : مکرم راجہ رفیق احمد صاحب
ایڈیشنل // // // : مکرم مجد الدین مجد صاحب
ناظم حاضری نگرانی : مکرم ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب
ناظم خوراک پکوائی و تقسیم : مکرم خلیل احمد تنویر صاحب
ناظم سٹیج و انعامات و رپورٹنگ : خاکسار فخر الحق شمس
ناظم مہمان نوازی : نصیر احمد انجم صاحب
ناظم آب رسانی و صفائی : مکرم انتصار احمد نذر صاحب
ناظم طبی امداد : مکرم ڈاکٹر عبد اللہ پاشا صاحب
ناظم نظم و ضبط : مکرم قمر احمد کوثر صاحب
ناظم سمعی و بصری : مکرم سلیم الدین صاحب
ناظم تیاری گراؤنڈ : مکرم راجہ رشید احمد صاحب
ناظم مقابلہ جات : مکرم سلیم الدین صاحب
انچارج کبڈی : مکرم حافظ حفیظ الرحمان صاحب
انچارج باسکٹ بال : مکرم مرزا فضل احمد صاحب
انچارج والی بال : مکرم ظفر اللہ خان طاہر صاحب
انچارج فٹ بال : مکرم خواجہ ایاز احمد صاحب
انچارج سائیکلنگ : مکرم راجہ رشید احمد صاحب
انچارج بیڈ منٹن ٹیبل ٹینس : مکرم ڈاکٹر سمیع الاحمد صاحب، مکرم مرزا فضل احمد صاحب
انچارج انفرادی مقابلہ جات : مکرم سید محمود احمد شاہ صاحب

ٹیکنیکل کمیٹی

صدر : مکرم ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب
سیکرٹری : مکرم شبیر احمد ثاقب صاحب
ممبران : مکرم خواجہ ایاز صاحب اور مکرم سلیم الدین صاحب

تجدید کمیٹی

صدر : مکرم خلیل احمد تنویر صاحب
سیکرٹری : مکرم مبشر احمد ایاز صاحب
ممبر : مکرم نصیر احمد انجم صاحب

ہر شعبہ کے ناظم نے اپنے شعبہ کی سکیم اور بجٹ تیار کیا جسے حسب ضابطہ مجلس عاملہ نے منظور کیا۔ اس کے بعد ناظمین سے انکی کارگزاری کا ساتھ ساتھ جائزہ لیا گیا ان سپورٹس کے باقاعدہ آغاز سے دو روز قبل ناظمین، نائبین اور معاونین کو ڈیوٹیوں کی افتتاحی تقریب میں محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان نے زریں ہدایات سے نوازا نیز مکرم ناظم صاحب اعلیٰ نے بعض اہم امور کی طرف ناظمین کی توجہ مبذول کروائی اور ایک روز قبل 19-02-99 کو محترم صدر صاحب اور مکرم ناظم صاحب اعلیٰ نے ہر شعبہ کا موقع پر جا کر جائزہ لیا اور حسبِ ضرورت اہم امور کی طرف متعلقہ ناظم کو توجہ دلائی۔ نیز ان کھیلوں کے دوران جہاں مکرم ناظم صاحب اعلیٰ ہر شعبہ کی نگرانی کرتے رہے۔ اس کے ساتھ ایک معائنہ ٹیم مقرر کی گئی جو خاموشی سے ہر شعبہ کے کاموں کا جائزہ لے کر اپنے مشاہدات سے محترم صدر صاحب اور ناظم صاحب اعلیٰ کو مطلع کرتی رہی۔ جس سے حسب ضرورت اصلاح احوال کا عمل بھی ساتھ ساتھ جاری رہا۔ نیز محترم صدر صاحب مجلس کی نگرانی اور رہنمائی ہمیں نصیب رہی۔ افتتاحی تقریب کے مہمان خصوصی محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب نے کھیلوں کے باقاعدہ آغاز کا اعلان 19 فروری 1999ء بروز جمعہ المبارک صبح 8:45 پر فرمایا۔

اس تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ بعد میں

محترم صدر صاحب مجلس نے عہد دہرایا اور ناظم صاحب اعلیٰ نے رپورٹ پیش کی جس کے بعد تقریب کے مہمان خصوصی مکرم محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر امور خارجہ نے اپنے افتتاحی کلمات و دعا سے ان کھیلوں کا افتتاح فرمایا۔

قریباً 9:45 مقررہ گراؤنڈ میں جملہ کھیلوں کے میچز شروع ہو گئے۔ جو بارہ بجے تک جاری رہے۔ اس کے بعد خدام ایوان محمود میں دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد بیت اقصیٰ میں نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے گئے۔ 2:30 بجے میچز کا سلسلہ دوبارہ شروع ہو گیا جو ساڑھے پانچ بجے تک جاری رہا۔ شام چھ بجے خدام نے ایوان محمود میں ایم۔ ٹی۔ اے پر حضور انور ایدہ اللہ کا خطبہ جمعہ سنا جس کے بعد نماز مغرب و عشاء باجماعت ادا کی گئیں۔ بعد میں رات کا کھانا کھا کر خدام اپنی مقررہ رہائش گاہوں میں چلے گئے سوائے بیڈ منٹن کے کھلاڑیوں اور شائقین کے جن کے میچ ابھی ہونے باقی تھے جو رات دس بجے اپنے اختتام کو پہنچے۔

دوسرے روز 20/02/99 نماز فجر کی باجماعت ادائیگی کے بعد درس کا انتظام تھا۔ ناشتہ کے بعد کھلاڑی اپنی اپنی گراؤنڈ میں پہنچ گئے اور 8:30 پر آج کے میچز کا آغاز ہوا۔ دوسرے روز کبڈی اور فٹ بال کے سیمی فائنل اور باسکٹ بال اور والی بال کے فائنل مقابلے ہوئے نیز دوسرے روز ہی اتھلیٹکس کے مقابلہ جات بھی مکمل ہو گئے۔

نماز مغرب و عشاء کے بعد 20 فروری کے حوالہ سے محترم صدر صاحب مجلس نے خدام کو نہایت موثر اور جامع نصائح سے نوازا۔

کھیلوں کا تیسرا روز

21/02/99 کو فٹ بال اور کبڈی کے فائنل مقابلے نہایت دلچسپ اور جوش و خروش سے ہوئے۔ خصوصاً کبڈی کا میچ جسے ہزاروں شائقین نے بڑے جوش و جذبے سے دیکھا اور کھلاڑیوں کو خوب داد و تحسین دی کبڈی کا یہ میچ بلاشبہ دیدنی تھا کھلاڑیوں نے اپنی قوت اور فن کا خوب مظاہرہ کیا۔

ان کھیلوں کے دوران کھلاڑیوں کو جہاں وعظ و نصیحت اور تلقین کے ذریعہ عمدہ نمونہ پیش کرنے اور اخلاقی فتح حاصل کرنے کی تاکید کی گئی وہاں سلسلہ کی خدمت میں معروف احباب سے ان کی ملاقات کا موقع بھی پیدا کیا گیا۔ چنانچہ فائنل مقابلوں جن احباب سے کھلاڑیوں کی ملاقات کروائی گئی اس کی تفصیل یہ ہے۔ فائنل میچ کبڈی محترم اللہ بخش صادق صاحب ناظم ارشاد وقف جدید' فائنل میچ والی بال محترم ڈاکٹر کرنل محمد عبدالخالق صاحب ایڈمنسٹریٹر فضل عمر ہسپتال' فائنل میچ باسکٹ بال محترم محمد اسلم شاد منگلا صاحب پرائیویٹ سیکرٹری۔ فائنل میچ فٹ بال محترم شیخ مبارک احمد صاحب ایڈیشنل ناظر بیت المال آمد اور فائنل میچ بیڈ منٹن محترم سید قمر سلیمان صاحب وکیل وقف نو۔

یہ کھیلیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے نہایت خوشگوار ماحول میں ہوئیں کھلاڑیوں نے جہاں اپنی صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کیا وہاں تربیتی اعتبار سے بھی یہ موقع بہت مفید ثابت ہوا۔

اس دوران نمازوں کی پابندی و دیگر برکاتِ مرکز کھلاڑیوں کے لئے روح کی غذا کا موجب بنی۔ نیز ان کھلاڑیوں کو آپس میں ملنے اور اخوت اور محبت کے فروغ کا بہترین ماحول میسر آیا۔

امسال اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کھیلوں میں شرکت کرنے والوں کی تعداد بھی گذشتہ سال سے بہتر رہی اس کی تفصیل

حسب ذیل ہے۔

علاقہ وار چنیدہ (Selected) کھلاڑیوں کی تفصیل

نام علاقہ	گذشتہ سال 1998ء	امسال 1999ء
1- علاقہ گوجرانوالہ	71	117
2- علاقہ راولپنڈی	56	73
3- علاقہ حیدر آباد	46	48
4- علاقہ کراچی	51	58
5- علاقہ ملتان	47	80
6- علاقہ لاہور	91	78
7- علاقہ سرگودھا	94	65
8- علاقہ فیصل آباد	86	79
9- ربوہ	108	126
آفیشلز	41	42
کل تعداد	691	766

ان سپورٹس میں درج ذیل تفصیل کے مطابق علاقہ جات کی ٹیموں نے شرکت کی۔

کبڈی 9 علاقہ جات کے 19 میچز ہوئے۔
فٹ بال 8 علاقہ جات کے 14 میچز ہوئے۔
باسکٹ بال 8 علاقہ جات کے 8 میچز ہوئے۔
والی بال 5 علاقہ جات کے 7 میچز ہوئے۔
بیڈمنٹن 9 علاقہ جات کے 54 کھلاڑیوں نے حصہ لیا۔
ٹیبل ٹینس 8 علاقہ جات کے 32 کھلاڑیوں نے حصہ لیا۔

انفرادی مقابلہ جات

100 میٹر دوڑ میں 30 کھلاڑی۔
200 میٹر دوڑ میں 21 کھلاڑی۔
400 میٹر دوڑ میں 16 کھلاڑی۔
800 میٹر دوڑ میں 20 کھلاڑی۔
5000 میٹر دوڑ میں 10 کھلاڑی۔
4 X 100 ریلے ریس میں 24 کھلاڑیوں نے حصہ لیا۔
سادہ سائیکلنگ 18 کھلاڑیوں نے حصہ لیا۔
سپورٹس سائیکلنگ 5 کھلاڑیوں نے حصہ لیا۔
گولہ پھینکنے کے مقابلہ میں 21 کھلاڑیوں نے حصہ لیا۔
تھالی پھینکنے کے مقابلہ میں 9 کھلاڑیوں نے حصہ لیا۔
اور نیزہ پھینکنے کے مقابلہ میں 25 کھلاڑیوں نے حصہ لیا۔
نشانہ غلیل کے مقابلہ میں 37 کھلاڑیوں نے حصہ لیا۔

یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ تمام مقابلہ جات نہایت خوشگوار ماحول میں ہوئے کھلاڑی سپورٹس مین سپرٹ کے جذبے سے کھیلے اور وسعت حوصلہ کا ایسا شاندار نمونہ پیش کیا کہ جیتنے والے فخر و مباہات کا شکار ہوئے نہ ہارنے والے پست ہمتی کے احساس کمتری میں مبتلا ہوئے۔

انتظام میں حسن بھرنے میں جہاں انتظامیہ نے پوری مستعدی اور ذمہ داری کا ثبوت دیا وہاں کھلاڑیوں اور آفیشلز کا نمونہ قابل تحسین تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ہم سب اس نظام کا حصہ ہیں اور ہم نے اسی نظام کی حفاظت کے عہد باندھے ہوئے ہیں اس لئے ہم نے بہر صورت نظام کو قائم کرنا ہے خواہ اس راہ میں بڑی سے بڑی قربانی دینی پڑے۔

ان سپورٹس کے ذریعہ جہاں ملک بھر میں پھیلے ہوئے ہمارے کھلاڑیوں کی صلاحیتوں کو جلا ملی ان کے جوہر کھل کر سامنے آئے وہاں ان کی اخلاقی حالت میں بہتری اصلاح کا بھی نہایت عمدہ موقعہ میسر آیا۔

بلاشبہ اس تربیت میں مجلس عاملہ مرکزیہ، ہمارے قائدین علاقہ، اضلاع اور ان کے نمائندوں کی شب و روز کی محنتوں،

دعاؤں اور مخلصانہ کوششوں کا بھی بہت دخل ہے۔

یہ کھیلیں 21/02/99 کو ایک پروقار اختتامی تقریب کے ساتھ اپنے اختتام کو پہنچیں۔ اختتامی تقریب دوپہر 2:15 پر محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب امیر مقامی و ناظر اعلیٰ کی زیر صدارت ہوئی۔ اس تقریب میں تلاوت قرآن کریم کے بعد محترم صدر صاحب مجلس نے عہد دہرایا اور مکرم ناظم صاحب اعلیٰ نے اختتامی رپورٹ پیش کی۔ آخر پر اس تقریب کے مہمان خصوصی محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب امیر مقامی و ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ نے اعزاز پانے والے کھلاڑیوں میں انعامات تقسیم فرمائے۔

کھلاڑیوں کے علاوہ محترم صدر صاحب مجلس کی طرف سے بہترین کارکردگی پر ناظم مقابلہ جات مکرم سلیم الدین صاحب اور ناظم اعلیٰ مکرم شبیر احمد ثاقب صاحب کو اعزازی شیلڈز دی گئیں۔

یہ تقریب اجتماعی دعا سے خیر و خوبی اختتام پذیر ہوئی الحمدللہ۔ دعا کے بعد حاضرین کو ایوان محمود کے غربی لان میں کھانا پیش کیا گیا۔ اس تقریب میں آٹھ صد سے زائد حاضرین نے شرکت کی۔ ان مقابلہ جات میں اعزاز پانے والوں کی تفصیل بغرض ریکارڈ و دعا پیش خدمت ہے۔

فٹ بال اوّل: ربوہ دوم: راولپنڈی

کبڈی اوّل: فیصل آباد دوم: لاہور

والی بال اوّل: ربوہ دوم: گوجرانوالہ

باسکٹ بال اوّل: ربوہ دوم: حیدرآباد

خصوصی انعام: مکرم نوید احمد صاحب لاہور

سائیکل ریس سپورٹس L.D

اوّل: عبدالمنان ربوہ

دوم: ماجد احمد ربوہ

سوم: وسیم احمد ربوہ

سائیکل ریس سادہ L.D

اوّل: محمد رمضان بٹ ربوہ

دوم: خالد محمود ربوہ

سوم: محمود احمد ربوہ

خصوصی انعام: عبدالمتین کوئٹہ۔ لیاقت احمد: ملتان

سائیکل ریس سپورٹس S.D

اوّل: عبدالمنان ربوہ

دوم: ماجد احمد ربوہ

سوم: وسیم احمد ربوہ

سائیکل ریس سادہ S.D

اوّل: محمد رمضان بٹ ربوہ

دوم: محمود احمد ربوہ

سوم: خالد احمد ناصر ربوہ

حوصلہ افزائی: شہزاد منصور، وسیم احمد ربوہ

ٹیبل ٹینس اوّل: بشیر احمد ربوہ

دوم: عامر محمود کراچی

سوم: امۃ اللہ غالب ربوہ

خصوصی شیلڈ: امتیاز احمد خان پشاور

ٹیبل ٹینس (ڈبل)

اوّل: ضیاء اللہ مبشر، سہیل نوید ربوہ

دوم: سعید احمد ظفر، سید مقبول احمد ربوہ

بیڈ منٹن (سنگل) اوّل: خالد محمود کراچی

دوم: تحسین احمد ربوہ

سوم: داؤد احمد ربوہ

خصوصی انعام: ہمایوں احمد شیخ لاہور

بیڈ منٹن (ڈبل) اوّل: داؤد احمد + عبدالمعطی شاہد ربوہ
دوم: مظفر احمد + منیر احمد گوجرانوالہ

دوڑ 100 میٹر اوّل: وسیم احمد فیصل آباد
دوم: طاہر احمد فیصل آباد
سوم: مشتاق احمد ربوہ

دوڑ 200 میٹر اوّل: طاہر احمد فیصل آباد
دوم: مشتاق احمد ربوہ
سوم: نوید احمد کراچی

دوڑ 400 میٹر اوّل: رفیق احمد ربوہ
دوم: خالد احمد باجوہ ربوہ
سوم: عبدالواحد ربوہ

دوڑ 1500 میٹر اوّل: شہباز احمد گوجرانوالہ
دوم: خالد احمد باجوہ ربوہ
سوم: عبدالواحد ملتان

دوڑ 5000 میٹر اوّل: شہباز احمد گوجرانوالہ
دوم: ساجد احمد گوجرانوالہ
سوم: حسن محمود وڑائچ لاہور
حوصلہ افزائی: عبدالواحد ملتان

اونچی چھلانگ اوّل: افتخار ربوہ
دوم: فیاض احمد گوجرانوالہ
سوم: اکمل احمد ربوہ

لمبی چھلانگ اوّل: طاہر احمد فیصل آباد
دوم: فیاض احمد گوجرانوالہ
سوم: مشتاق احمد ربوہ

ھاپ سٹیپ اینڈ جمپ اوّل: فیاض احمد گوجرانوالہ
دوم: افتخار احمد ربوہ
سوم: طاہر احمد فیصل آباد

گولہ پھینکنا اوّل: طاہر محمود اعوان ربوہ
دوم: رفیع احمد سرگودھا
سوم: شاہد اقبال کراچی

تھالی پھینکنا اوّل: طاہر محمود اعوان ربوہ
دوم: رفیع احمد سرگودھا
سوم: جمشید عمران گوجرانوالہ

نیزہ پھینکنا اوّل: منیر احمد راولپنڈی
دوم: ثناء اللہ سرگودھا
سوم: شہزاد احمد ربوہ

نشانہ غلیل اوّل: مبارک احمد ربوہ
دوم: نوید احمد ربوہ
سوم: فیاض احمد گوجرانوالہ

۵ کلومیٹر پیدل چلنا اوّل: طارق احمد ملتان
دوم: زاہد احمد ملتان
سوم: نوید احمد حیدر آباد

ریلے ریس 4 X 100 میٹر
اوّل: رفیع احمد، ابرار احمد، احمد صادق سرگودھا
دوم: شہزاد احمد، مشتاق احمد، خالد عمران، ذوالفقار علی ربوہ
سوم: نوید احمد، خالد محمود، عبدالمتین، لقمان احمد کراچی

مندرجہ بالا انفرادی انعامات کے علاوہ کبڈی میں اول آنے پر فیصل آباد کو اور فٹ بال، باسکٹ بال، والی بال، بیڈ منٹن، ٹیبل ٹینس اور اتھلیٹکس میں اول آنے پر ربوہ کی ٹیموں کو ٹرافیاں دی گئیں۔
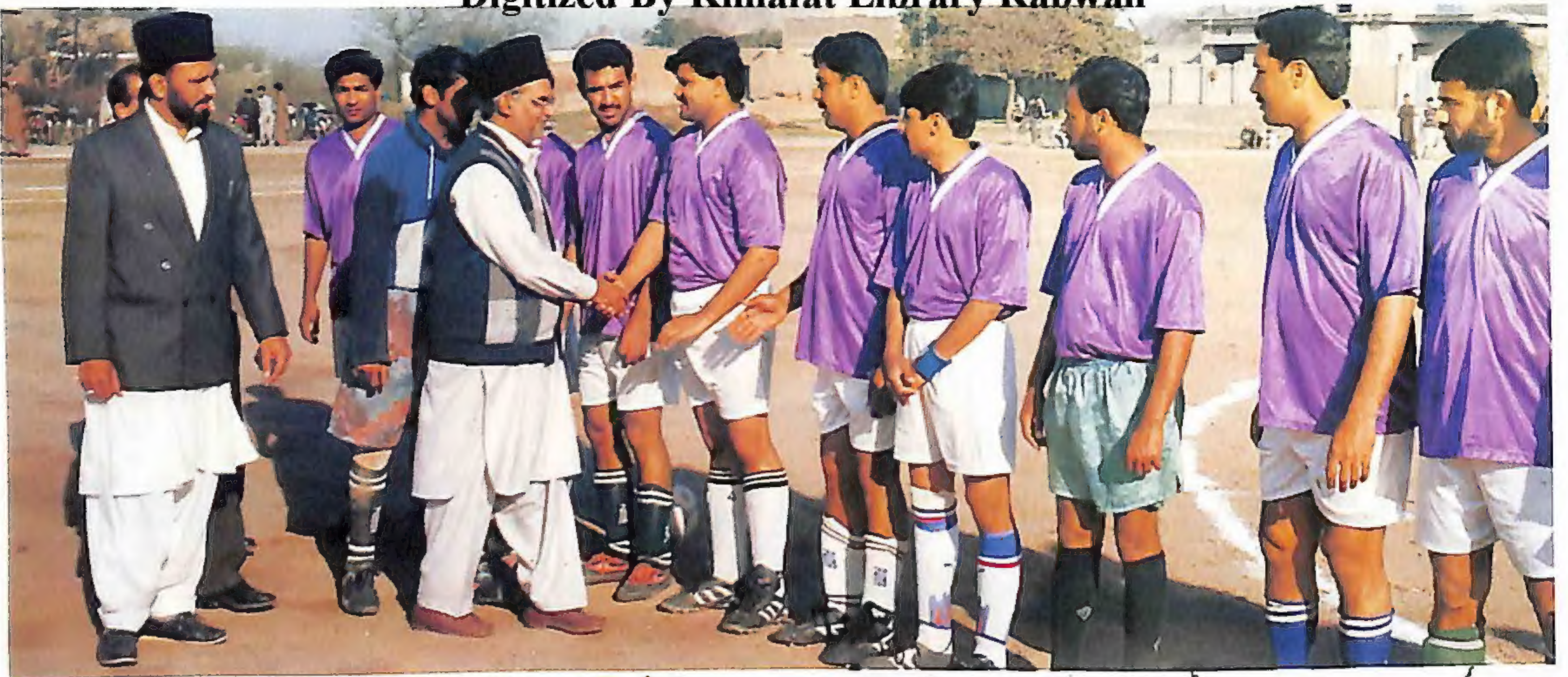
فٹ بال فائنل ـــ علاقہ راولپنڈی کی ٹیم سے مہمانِ خصوصی مکرم شیخ مبارک احمد صاحب ایڈیشنل ناظر بیت المال آمد سے کھلاڑیوں کا تعارف کرواتے ہوئے

سائیکل ریس کا آغاز

محترم کرنل (ر) ڈاکٹر محمد عبد الخالق صاحب ایڈمنسٹریٹر فضلِ عمر ہسپتال ربوہ ۔ مہمانِ خصوصی ۔

والی بال کے فائنل میں پہنچنے والی

Monthly **Khalid** Rabwah

Digitized By Khilafat Library Rabwah

Regd. No. CPL-139 *Editor. Sayyed Mubashir Ahmad Ayaz* April 1999

کھیلوں کے چند مناظر
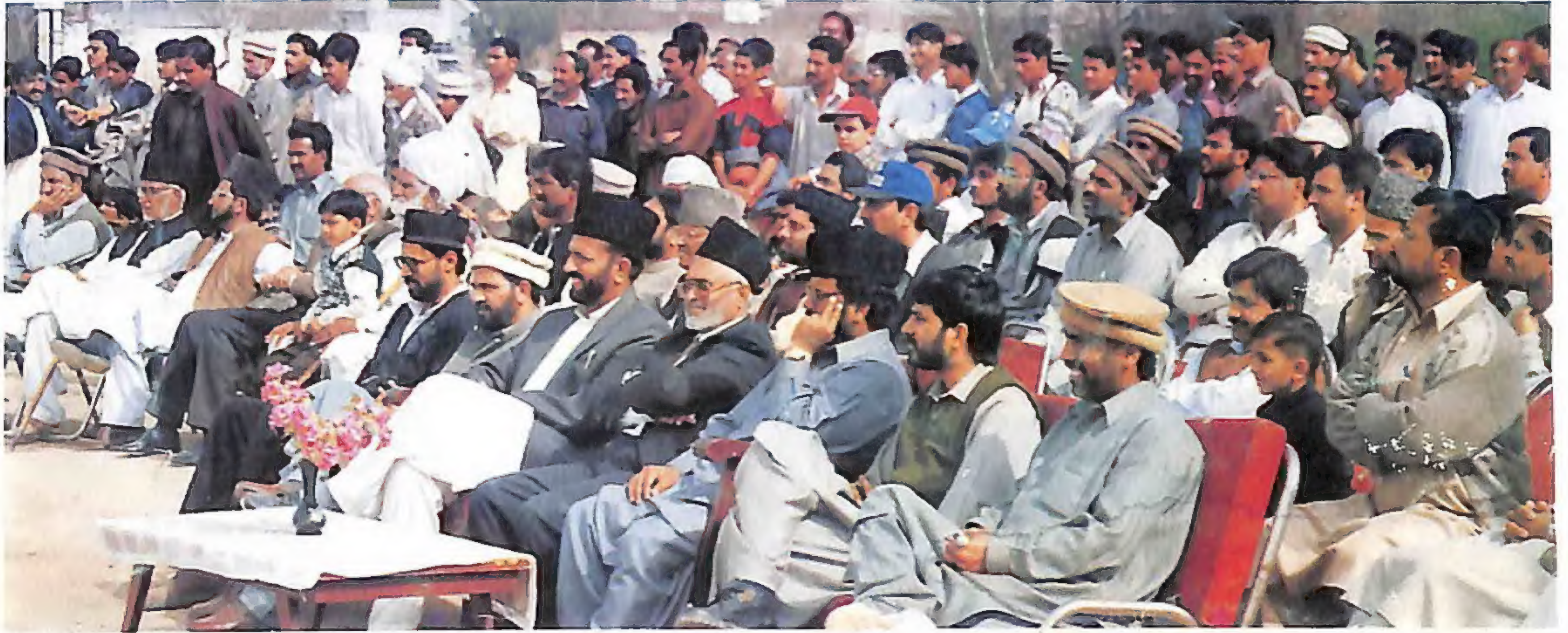
مکرم اللہ بخش صادق صاحب (مہمانِ خصوصی) کبڈی کا فائنل دیکھتے ہوئے محترم صدر صاحب اور مکرم ناظم صاحب اعلیٰ کے ہمراہ۔

ی کا فائنل
ربمقابلہ فیصل آباد

ٹ بال کا فائنل
ہ بمقابلہ حیدر آباد